میلاد
اور
معراج

تحریر و تحقیق

علامہ غلام مصطفےٰ امجدی ایم اے
علوم اسلامیہ پنجاب

قادری رضوی کتب خانہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ ——— گنج بخش روڈ لاہور

فیضان رحمت

حضور امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

نام کتاب	....	میلاد اور معراج
نام مولف	....	غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے
ایڈیٹنگ	....	محمد اکرام مجددی
نام کمپوزر	....	حافظ محمد بلال مجددی
کمپوزنگ	....	مجددی کمپوزنگ سینٹر شکر گڑھ
پروف ریڈنگ	....	غلام دستگیر احمد
ناشر	....	عبد المجید چوہدری
تاریخ اشاعت	....	جون 2008
ہدیہ	....	100 روپے

ملنے کا پتا

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello.042-7213575--0333-4383766

انتساب

☆

حضرت والا درجت، ناشر زہد و طریقت، وارث عرفان حقیقت

حضرت مولانا محمد نور الدین سرکار نقشبندی قدس سرہٗ

کے نام

جو

میرے عطا پاش بھی ہیں اور میرے خطا پوش بھی ہیں

غلام مصطفےٰ مجددی نوری ایم اے

آئینہ کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......﴿ نقش اول ﴾......

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''انا اعطینک الکوثر ''یعنی اے محبوب ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ، ویسے تو ''الکوثر'' سے مراد وہ حوض کوثر بھی ہے جس کے آپ رحمت سے تشنگان محشر کی پیاس بجھائی جائے گی لیکن بہت سے مفسرین کرام کے نزدیک حضور اکرم،نور مجسم،سرور آدم و بنی آدم ﷺ کے لامحدود محامد و محاسن ،کمالات و معجزات، فضائل و خصائص،آل واصحاب اور امت کی کثرت کو بھی ''الکوثر'' قرار دیا گیا ہے، آپ کے مقامات و درجات کو جاننا اور ان کو تحریر و تقریر میں بیان کرنا ہر وفادار امتی کا فریضہ ہے تاکہ اس دور کے فتنوں کا مقابلہ کیا جا سکے اور اپنی اولاد کو آنے والے زمانوں کے لیے تیار کیا جا سکے ، حضور اقدس ﷺ کی عظیم الشان عظمتوں اور رفعتوں میں آپ کا میلاد پاک اور معراج پاک مرکزی حیثیت کا حامل ہے، اسی لیے قرآن مقدس نے ان دونوں موضوعات پر خوب روشنی ڈالی ہے، ہمارا یقین ہے کہ اگر کوئی شخص دل کی اتھاہ گہرائیوں سے میلاد پاک کے واقعات اور معراج پاک کے معجزات کو تسلیم کرے تو آپ کے تمام فضائل و خصائص کو تسلیم کرنے میں اس کو کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہو گی ، یہ دونوں عظمتیں اعلان کر رہی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نہ خدا ہیں اور نہ ابن خدا ہیں ، باقی جملہ اوصاف حسنہ کے اعلیٰ مدارج پر

فائز ہیں ۔

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

زیرِ نظر کتاب میں مذکورہ دو عظمتوں اور ان میں پوشیدہ انوار و اسرار کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ کا آنا بھی بیمثال ہے اور جانا بھی بیمثال ہے، میلاد بے مثل بشریت کی دلیل ہے اور معراج بے مثل نورانیت کی برہان ہے، مولا کریم اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول اور منظور فرمائے، مولف، ناشر اور ہر قاری کے لیے وسیلہ نجات بنائے اور دین، دنیا اور آخرت میں عظمت و عزت کا باعث کرے اور شفاعت مصطفیٰ سے سرفراز فرمائے۔

آمین بحرمة سید المرسلین
علیه و علیهم الصلوة والسلام الیٰ یوم الدین

......⊙......

باب اول

میلاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس طرح حضور پیغمبر نور، شافع یوم نشور، محبوبِ رب غفور، نور علیٰ نور ﷺ کی صورت وسیرت بے مثال ہے۔ اس طرح ولادت باسعادت بھی لاجواب ہے، آپ معمورہ ہستی میں اس شان رحمت کے ساتھ جلوہ فرما ہوئے کہ عرش اور فرش کی پہنائیوں میں حسرتوں امیدوں اور آرزوؤں کے جلترنگ بج اٹھے، ہر طرف رنگ و نور کی برسات ہونے لگی، کنگرہ عرش سے لے کر فردوس بریں تک کی تمام رعنائیاں حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے حجرہ مقدسہ کا طواف کرنے لگیں، حضرت آمنہ علیہا السلام ارشاد فرماتی ہیں:

⊙......**لما ولدته ،خرج منی نور اضاء له قصور الشام،** حضور اقدس ﷺ کی ولادت کے وقت مجھ سے نور خارج ہوا جس کے اجالے میں شام کے محلات دکھائی دینے لگے ﴿طبقات کبریٰ ۱:۱۰۲، مستدرک ۲:۶۷۳، مجمع الزوائد ۸:۲۲۲، البدایہ والنہایہ ۲:۲۷۵، تاریخ طبری ۱:۴۵۵﴾

⊙...... **رائیت کان شهاباًخرج منی اضاء ت له الارض،** میں نے ایک

شہاب روشن کی زیارت کی جس سے ساری زمین بقعہ نور بن گئی، ﴿خصائص کبریٰ ۱:۷۹، طبقات کبریٰ ۱:۱۰۲، دلائل النبوۃ ۱:۹۵﴾

⊙ ...... اضاءت لہ قصور الشام واسواقھا حتی رائیت اعناق الابل ببصری، اس نور مقدس کی بدولت شام کے محلات اور بازار روشن ہوگئے یہاں تک کہ میں نے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں، ﴿طبقات کبریٰ ۱:۱۰۲، سیرت حلبیہ ۱:۹۱، البدایہ والنہایہ ۲:۲۶۴﴾

⊙ ...... رائیت ثلاثۃ اعلام مضروبات علما بالمشرق و علما بالمغرب و علما علیٰ ظھر الکعبۃ، میں نے تین جھنڈے دیکھے جو مشرق، مغرب اور کعبہ کی چھت پر لہرا رہے تھے، ﴿مواہب لدینہ ۱:۱۲۵، زرقانی ۱:۲۱۱، انوار محمدیہ ۲۳، خصائص کبریٰ ۱:۸۲﴾

⊙ ...... میں نے اپنے لخت جگر کو دیکھا تو آپ کا جسم مقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار تھا، اور اس سے تروتازہ کستوری کے جھونکے نکل رہے تھے، ﴿زرقانی ۴:۲۲۳، انوار محمدیہ ۲۴﴾

⊙ ...... آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کا سہارا لئے ہوئے زمین پر جلوہ فرما ہوئے، پھر آپ نے مٹی سے مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر انور اٹھایا، ﴿خصائص کبریٰ ۱:۷۹، طبقات کبریٰ ۱:۱۰۲﴾

⊙ ...... حضرت عمرو بن قتیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد محترم بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر ولادت کا وقت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا، تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول

دو اور سب فرشتوں کو حاضر ہونے کا حکم صادر کرو، چنانچہ سب فرشتے اترے اور ایک دوسرے کو خوشخبریاں دینے لگے، پہاڑ فخر سے سر بلند ہو گئے، سمندروں میں روانیاں آگئیں، موجیں انگڑائیاں لینے لگیں، اہل زمین سلامت اور بشارت سنانے لگے، شیطانوں کو پابند سلاسل کر دیا گیا، اس دن سورج کو نورانی چادر اوڑھا دی گئی، ستر ہزار حورانِ جنت کو ہوا میں کھڑا کر دیا گیا، ولادت مصطفیٰ کے اعزاز میں دنیا بھر کی عورتوں کو لڑکے عطا کیے گئے، آپ کے آنے سے ساری دنیا میں نور چھا گیا، فرشتوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی، ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کا ایک ایک ستون قائم کر دیا گیا، یہ ستون آسمانوں میں بہت مشہور ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ نے معراج کی رات مشاہدہ کیا، آپ کو بتایا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشی میں نصب کئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ولادت محبوب کی رات حوض کوثر کے کنارے پر کستوری کے ستر ہزار درخت لگائے، جن کے پھل اہل جنت کے لئے خوشبودار دھونی کا کام دیں گے، اس رات اہل آسمان سلامتی کی دعا مانگتے رہے، پتھر کے بت گر گئے، لات اور عزیٰ کے شیطان اپنے ٹھکانوں سے نکل کر چیخنے لگے، قریش کو کچھ خبر نہیں کہ وہ کس حال کو پہنچ گئے ہیں، امین آ گئے، صدیق آ گئے، بیت اللہ شریف سے کئی روز تک آواز آتی رہی، اب میرا نور مجھے واپس مل جائے گا، میری زیارت کے لئے لوگ آنے لگیں گے، مجھے جاہلیت کی نجاستوں سے پاک کر دیا جائے گا، اے عزیٰ! اب تیری ہلاکت کا وقت آ گیا ہے، بیت اللہ شریف دن تک لرزتا رہا، یہ پہلی علامت تھی جو ولادت محبوب کے وقت قریش کو نظر آئی، ﴿خصائص کبریٰ ۱: ۸۰﴾

⊙..... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت شفا رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سب سے پہلے میرے ہاتھوں پر جلوہ فرما ہوئے اور آواز نکالی، میں نے کسی پکارنے والے کو سنا، وہ کہہ رہا تھا، اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے، اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے، پھر میرے سامنے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی یہاں تک کہ میں نے روم کے محلات بھی ملاحظہ کیے، میں نے آپ کو لباس پہنا کر لٹا دیا، اسی دوران میرے وجود پر ہیبت سی طاری ہوگئی جس سے میں کپکپانے لگی، روشنی بھی کم ہوگئی، یہ کیفیت میری دائیں طرف ظاہر ہوئی تھی، وہاں میں نے کسی کی آواز سنی کہ آپ کو کہاں لے جایا گیا ہے، دوسرے نے کہا، مغرب کی طرف، پھر روشنی پھیل گئی، اس کے بعد پھر میرے وجود پر ہیبت سی طاری ہوگئی، میں کپکپانے لگی، روشنی بھی کم ہوگئی، اس بار یہ کیفیت میری بائیں طرف ظاہر ہوئی تھی، پھر میں نے کسی کی آواز سنی کہ آپ کو کہاں لے جایا گیا ہے، دوسرے نے کہا، مشرق کی طرف، یہ عجیب و غریب حالت میری لوح دماغ پر نقش ہو کر رہ گئی تھی، حتیٰ ابعثه الله فكنت فی اول الناس اسلاما ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تو میں فوراً مسلمان ہوگئی، ﴿دلائل النبوۃ ۱:۹۳﴾

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں، جب وہ لمحہ قریب آیا اور وہ کیفیت طاری ہوئی تو میرے پاس کوئی بھی نہیں تھا، میں نے ایک گونج دار آواز سنی، مجھ پر ہول طاری ہوگیا، پھر دیکھا کہ کسی نے سفید پرندے کے پر جیسی کوئی چیز میرے سینے پر ملی، جس کی برکت سے میرا خوف ختم ہوگیا اور ہر تکلیف زائل ہوگئی، میں نے پیاس محسوس کی تو دودھ کی طرح سفید مشروب پیش کیا گیا جو میں نے نوش جاں کر

لیا، گویا مجھ سے نور پھوٹ رہا تھا جس سے ہر چیز منور ہوگئی، پھر میں نے کھجور کے درخت کی طرح دراز قد عورتیں دیکھیں، انہوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا، گویا وہ عبد مناف کی شہزادیاں لگ رہی تھیں .... جب میرا لختِ جگر پیدا ہوا تو میں نے اس کو بے مثال پایا، وہ حالت سجدہ میں تھا اور انگلی اوپر اٹھائی ہوئی تھی جیسے کوئی نہایت آہ وزاری کے ساتھ دعا مانگتا ہے، پھر میں نے سفید بادل دیکھا جس نے نیچے اتر کر میرے نومولود کو چھپا لیا، میں نے کسی کی آواز سنی:

طوفوا بمحمد ﷺ شرق الارض و غربها وادخلوه البحار ليعرفوه باسمه و نعته وصورته، یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کو زمین کے مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں میں بھی لے جاؤ، تاکہ ساری مخلوق ان کے نام، صفت اور صورت سے آشنا ہو جائے اور جان لے کہ ان کا نام ماحی بھی ہے، یہ اپنے زمانے میں شرک کی تمام علامتوں کو ختم کر دیں گے، اس کے بعد میرا لختِ جگر پھر میرے سامنے ظاہر ہوگیا، اس وقت وہ سفید صوف کے لباس میں ملبوس تھا، نیچے سبز ریشم بچھا ہوا تھا، آبدار موتی کی بنی ہوئی تین چابیاں اس کے ہاتھ میں تھیں، کوئی اعلان کر رہا تھا، **قبض محمد علىٰ مفاتيح النصرة و مفاتيح الريح ومفاتيح النبوه،** محمد مصطفیٰ ﷺ نے نصرت، ہوا اور نبوت کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے، پھر دوسرا بادل نمودار ہوا جس سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز آ رہی تھی، اس بادل نے بھی میرے نومولود کو چھپا لیا، میں نے پھر کسی کی آواز سنی، محمد مصطفیٰ ﷺ کو مشرق و مغرب اور انبیا کرام کی جائے ولادت پر لے جاؤ، جن و انس، درند و پرند اور ہر قسم کی روحانی مخلوق سے ان کا تعارف کراؤ، ان کو حضرت

آدم علیہ السلام کی صفوت، حضرت نوح علیہ السلام کی رقت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن، حضرت داود علیہ السلام کی آواز، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زہد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخاوت عطا فرماؤ، ان کو اخلاق انبیاء سے سرشار کردو، بعدازاں میرا لخت جگر پھر میرے سامنے جلوہ فرما ہو گیا تو اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک سبز پارچہ تھا، کسی نے کہا، مبارک ہو، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کرلیا ہے، ساری مخلوق ان کی غلام بن گئی ہے، پھر میں نے تین اشخاص دیکھے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم کا ٹکڑا تھا، اس نے کھول کر ایک مہر نکالی جس سے آنکھیں چندھیا گئیں، پھر اس نے صراحی کے پانی سے اسے سات مرتبہ دھو کر میرے لخت جگر کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی اور اسے دوبارہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ دیا، پھر میرے لخت جگر کو اٹھا کر تھوڑی دیر کے لئے اپنے پروں میں چھپایا اور اسے میرے حوالے کر دیا،

﴿خصائص کبریٰ ۱:۸۱، البدایہ والنہایہ ۲:۲۹۸، انوار محمدیہ ۲۲﴾

⊙...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو رضوان نے آپ کے کان میں کہا، اے محمد مصطفیٰ! آپ کو مبارک ہو انبیا کرام کے تمام علوم آپ کو عطا فرمائے جارہے ہیں، آپ کے جسم اقدس پر کوئی آلائش نہیں تھی، ﴿انوار محمدیہ ص ۴۰﴾

⊙...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ولادت باسعادت کے وقت ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے، ﴿الروض الانف ۱:۹:۲۷، تاریخ الخمیس ۱:۲۰۴، لسان العرب ۴:۵۵۱، غایۃ السول فی خصائص الرسول ۱:۳۰۱، سبل الہدیٰ ۱:۳۴۸، الوفا: ص ۹۷﴾ امام حاکم نے لکھا ہے کہ آپ کا مختون پیدا

ہونا احادیث متواترہ سے ثابت ہے، ﴿مستدرک﴾ آپ کے ستر کو کسی نے نہیں دیکھا، ﴿خصائص کبریٰ:۱:۱۲۳﴾ آپ کی آنکھوں میں سرمہ پڑا ہوا تھا اور بالوں کو تیل لگا ہوا تھا، ﴿مولد العروس:۲۳۱﴾

⊙...... حضور اقدس ﷺ نے ولادتِ باسعادت کے وقت اپنا سرِ انور اٹھایا اور زبانِ حق ترجمان سے اعلان فرمایا، لا الٰہ اِلا اللّٰہ و انی رسول اللّٰہ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، ﴿تاریخ الخمیس ا:۲۰۳﴾

آمد مصطفےٰ ﷺ ہوئی تو کائنات ارضی وسماوی میں ایک نورانی انقلاب آ گیا، ستارے زمین پر نازل ہو رہے تھے، انوار کی کہکشاں بچھی ہوئی تھی، شام اور روم کے محلات جگمگا رہے تھے، کاہن عورتوں کے جنات ان کے پاس آنے سے قاصر ہو گئے تھے، کاہنوں کا علم کافور ہو گیا تھا، بادشا ہوں کے تخت وتاج اوندھے ہو کر گر رہے تھے، کسریٰ کے محلات میں شکست وریخت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، مشرق اور مغرب کے جانور بشارت سنا رہے تھے، فرشتوں کی دنیا میں خوشیوں کی بارات ٹھہری ہوئی تھی، اعلانات ہو رہے تھے، تسبیح وتہلیل کے نغمات گائے جا رہے تھے، جنت کے دروازے کھل چکے تھے، جہنم کے دروازے بند ہو چکے تھے، ذرہ ذرہ آمد محبوب کی شادمانیوں میں ڈوبا ہوا تھا، یہ کوئی تخیلاتی واقعات نہیں، آمد محبوب کے ارہاصات ہیں، معجزات ہیں، نشانات ہیں، ہاں ہاں! جب کوئی دنیا کا بادشاہ اپنی مملکت کے دورے پر نکلتا ہے تو اس کیلئے راستے سجائے جاتے ہیں، فوجیں سلامی کیلئے صف بستہ دکھائی دیتی ہیں، کیا اس شہنشاہ کائنات، سلطان موجودات کیلئے کوئی اہتمام نہ کیا گیا ہوگا، کیا عرش وفرش میں یہ نورانی انقلاب برپا کرنا خدائے

لم یزل کی محبتوں کے آگے بعید ہے اور قدرتوں کے سامنے ناممکن ہے، کوئی نگاہ محبت سے دیکھے تو ہر چیز میں اسی محبوب یکتا کی جلوہ طرازیاں ہیں

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمھی تو ہو

فرش پہ طرفہ دھوم دھام:

حضور پیغمبر نور ﷺ کی تشریف آوری سے جہاں پوری کائنات وجد آفرین تھی وہاں دیار عرب میں ایک طرفہ دھوم دھام کا سماں تھا، صبح پر نور کا مبارک وقت تھا، حضرت عبدالمطلب صحن کعبہ میں رونق افروز تھے کہ ایک دم انقلاب برپا ہو گیا، حرم مکہ کے تمام بت زمین بوس ہو گئے، دیوار کعبہ سے ایک آواز آئی، ولد المصطفےٰ المختار الذی تھلک بیدہ الکفار، وہ نبی مصطفےٰ، مختار دوسرا پیدا ہوئے ہیں جن کے ہاتھوں کفار کو شکست ہوگی، ﴿سیرۃ نبویہ ۱:۴۹، سیرت حلبیہ ۱:۱۵۵﴾

اتنے میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ سعادت سے پیغام آگیا کہ فیاض ازل نے آپ کو ایک حسین و جمیل پوتے سے نوازا ہے، یہ مسرت افزا خبر سنتے ہی آپ گھر پہنچے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے تمام عجائبات کا ذکر کیا جو انہوں نے قدم قدم پر مشاہدہ کئے تھے، آپ سراپا شکر بن گئے، محبوب کائنات ﷺ کو لے کر صحن حرم میں آئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا، ابن واقد کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت عبدالمطلب کی زبان پر کچھ اشعار مچل رہے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے،

"تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے مجھے پاک آستینوں والا فرزند عطا فرمایا ہے، یہ گہوارے میں تمام بچوں کا تاجدار ہے، میں اسے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، یہاں

تک کہ اسے طاقتور دیکھوں، میں اسکو ہر حاسد کے حسد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ رحمت میں دیتا ہوں "صبح ولادت کے وقت یہودی علما میں ہلچل پیدا ہو گئی، وہ گلیوں اور بازاروں میں پوچھنے لگے کہ آج کس کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے، کیونکہ وہ ستارہ نمودار ہو گیا ہے جو نبی آخر کی جلوہ فرمائی کا نشانِ اعظم ہے اور اسکے طلوع مبارک کی خبر حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے عطا فرمائی تھی، ایک یہودی راہب نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو خبر دی تھی کہ اے اہل مکہ! بہت جلد تمہارے اندر ایک بچہ پیدا ہو گا، تمام عرب اسکی اطاعت کریگا، تمام عجم پر اس کا تسلط ہوگا، جو اسکو پالے گا وہ تابع فرمان ہوگا اور جو نافرمان ہوگا وہ ناکام اور نامراد ہوگا، ﴿البدایہ والنھایہ ۲:۲۷۲، خصائص کبریٰ ۱:۸۵﴾ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس کی پیش گوئی سے از حد متاثر ہوئے تھے، صبح ولادت کے وقت وہی راہب سردارِ عرب کے پاس آیا اور کہنے لگا، ولد ذلک المولود الذی کنت احد ثکم بہٰ وان نجمۂ طلع البارحہ، جس عظیم بچے کی خوشخبری میں نے تمھیں عطا کی تھی وہ پیدا ہو چکا ہے، کیونکہ اس کی پیدائش کی اطلاع دینے والا ستارہ طلوع ہو چکا ہے، ﴿البدایہ والنھایہ ۲:۲۷۲، خصائص کبریٰ ۱:۸۶﴾ پھر اس نے کہا، اے عبدالمطلب! اپنی زبان بند رکھو، اسے حاسدوں کے شر سے بچاؤ، اس کے بڑے بڑے دشمن ہوں گے اور اس کی اتنی مخالفت ہوگی کہ آج تک کسی کی اتنی مخالفت نہیں ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پریشان ہو کر سوال کیا، اس کی عمر کتنی ہوگی۔ اس نے کہا، پریشانی کی کوئی بات نہیں اس کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہو گی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ولادت مصطفیٰ کے وقت میری عمرِ مستعار سات آٹھ سال کے قریب تھی، اس صبح نور کے وقت میں نے ایک یہودی کو

پکارتے ہوئے سنا، اے یہود کی جماعت، ایک بہت اہم خبر ہے جس کو سننے کیلئے جمع ہو جاؤ، جب تمام قومِ یہود جمع ہو گئی تو اس نے کہا، احمدِ مصطفیٰ کا ستارا طلوع ہو چکا ہے، وہ احمدِ مصطفیٰ جو نبوت کا تاج پہن کر اس رات جلوہ فرما ہو گئے ہیں، ﴿سیرت ابنِ اسحاق ۲: ۶۳، البدایہ والنھایہ ۲: ۶۲۷، ارشاد الثقات لشوکانی ۱: ۳۶، تہذیب التھذیب ۲: ۲۱۶﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی رہتا تھا، ولادت مصطفیٰ کی رات وہ اپنے گھر سے باہر نکلا اور قریش سے پوچھنے لگا، کیا آج کی رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے، لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، اس نے کہا، میری گفتگو پر غور کرو، **ولد ھذہ اللیلۃ نبی ھٰذہ الامۃ الاخیرۃ**، آج کی رات اس آخری امت کا پیغمبر پیدا ہوا ہے، ﴿سیرت نبویہ ۱: ۴۸﴾ اس کے شانۂ اقدس پر نبوت کی مہر ہے، فوراً اپنے گھروں کی طرف جاؤ اور خوب تحقیق کرو، قریش حیران ہو کر گھروں کو چل پڑے، انہیں جلد ہی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر کا علم ہو گیا جس کی ولادت پر عظیم معجزات کا ظہور ہوا ہے، انہوں نے اس یہودی کو خبر دی تو وہ بھی اس گوہرِ مراد کو دیکھنے کے لئے آ گیا، پھر اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہرِ نبوت کو دیکھا تو حواس باختہ ہو کر کہنے لگا، **ذھبت النبوۃ واللہ من بنی اسرائیل**، اللہ کی قسم، بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی، اے قریش تمہیں نئی زندگی مبارک ہو، ﴿مستدرک ۲: ۶۵۷، تاریخ دمشق ۳: ۴۱۷، فتح الباری ۶: ۵۸۳، اعلام النبوۃ ۱: ۱۳۱﴾

⊙ ...... میلادِ رسول سے پہلے پورا عرب قحط سالی اور تنگدستی کا شکار تھا، آپ کی آمد سے سنگلاخ وادیوں میں رونق چھا گئی، اس زور سے بادل برسے کہ ویران زمینوں، سنسان وادیوں اور اجڑے کوہساروں نے شادابیوں کا لباس پہن لیا، ہر طرف سبزہ

زار لہلہانے لگے، اس سال کو" سنة الفتح والابتهاج "یعنی فتح اور مسرت کا سال کہا جانے لگا، ﴿انوار محمدیہ ۱: ۲۱﴾ راقم عاجز نے عرض کیا ہے ۔

بڑا خوبصورت سحر کا سماں ہے
بہاروں کی جلوہ طرازی عیاں ہے

فجاء محمد سراجاً منیرا
فصلوا علیه کثیراً کثیرا

خیاباں میں پھولوں نے گجرے بنائے
مسرت کے شبنم نے آنسو بہائے
ستاروں نے چاہت کے دیپک جلائے
عنادل نے الفت کے نغمات گائے

فجاء محمد سراجاً منیرا
فصلوا علیه کثیراً کثیرا

شجر' چاند' سورج' گل خوش نما بھی
یہ طائر بھی، کوہ و کمر بھی، صبا بھی
ملک' حور و غلمان رنگیں ادا بھی
پکارا غلام در مصطفیٰ بھی

فجاء محمد سراجاً منیرا
فصلوا علیه کثیراً کثیرا

اللہ اکبر! یہ تو دیار عرب کا ماحول تھا جو ولادت مصطفیٰ کی برکات سے لبریز

تھا، اب اکناف عالم کا مشاہدہ کیجئے:

⊙...... حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ولادت رسول کی رات ساری دنیا کے اصنام سرنگوں ہو گئے، ﴿سیرت حلبیہ ۔ ۱:۷۶﴾

⊙...... حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو، عبید اللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث ولادت مصطفیٰ کی رات ایک بت خانے میں گئے تو دیکھا کہ تمام بت زمین بوس ہو چکے ہیں، وہ سب حیران ہو کر کہنے لگے کہ اس سانحہ کے پیچھے ضرور کوئی ابدی حقیقت کارفرما ہے، اتنے میں ایک بت سے آواز نکلی۔

تردی لمولود انارت بنوره

جمیع فجاج الارض بالشرق والغرب

یہ سب اصنام اس مولود نبوت کی بدولت تباہ ہو گئے جس نے اپنے نور سے مشرق و مغرب کی رہگزاروں کو روشن کر دیا ہے، ﴿تاریخ دمشق ۳۸:۳۳۶، البدایہ والنھایہ ۲:۳۴۱﴾

⊙...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ولم یبق سریر ملک من ملوک الدنیا، الا اصبح منکوسا، ولادت مصطفیٰ کی رات تمام شاہان عالم کے تخت اوندھے ہو گئے، ﴿البدایہ والنھایہ ۶:۲۹۸، خصائص کبریٰ ۱:۸۱﴾

⊙...... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ولادت مصطفیٰ کی رات تمام شیطانوں کیلئے آسمان کے راستے مسدود ہو گئے، ان پر شہاب ثاقب کی برسات ہونے لگی، اس عالمگیر انقلاب سے وہ پریشان ہوئے تو شیطان نے انہیں بتایا کہ آج ایک ایسا عظیم المرتبت بچہ پیدا ہوا ہے جو ہماری شیطانی چالوں کو ناکام بنا دے گا، شیطانوں نے مشورہ دیا کہ تم ابھی جا کر اس کا کوئی سدباب کرو، چنانچہ جب وہ حضور

پیغمبر نور ﷺ کی طرف بڑھا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک ہی ٹھوکر سے عدن میں پہنچادیا، ﴿خصائص کبریٰ ۱:۸۶﴾

⊙...... جب حضور پیغمبر نور ﷺ کی ولادت ہوئی تو کسریٰ کے محل میں ہولناک زلزلہ آ گیا، اس کی دیواروں کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر بکھر گئے، فارس کے ایک ہزار سال پرانے آتشکدے کی آگ سرد ہو گئی، کسریٰ نے حیرت زدہ ہو کر اہل دربار سے پوچھا کہ ان حوادث زمانہ کا کیا سبب ہے، اہل ایران کے مذہبی رہنما موبذان نے جواب دیا، آج رات میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے کہ عربی گھوڑے ہمارے شہروں میں پھیل گئے ہیں، بادشاہ نے تعبیر پوچھی تو موبذان نے کہا کہ حیرہ کے گورنر نعمان بن منذر کو شاہی فرمان لکھا جائے، وہ ضرور کسی معبر کا انتظام کردے گا، چنانچہ نعمان بن منذر نے ڈیڑھ سو سالہ معبر عبدالمسیح کو بھیجا، اس نے خواب سن کر جواب دیا کہ اس کی تعبیر میرا ماموں سطیح ہی بتا سکتا ہے، کسریٰ نے عبدالمسیح کو سطیح کے پاس بھیجا تو اس وقت اس کے آخری لمحات تھے، شاید وہ اسی آسمانی راز کو کھولنے کیلئے زندہ تھا، سطیح نے عبدالمسیح کو دیکھتے ہی کہا:

"اے عبدالمسیح تو آخری وقت میں میرے قریب آیا ہے اور یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ دنیا میں کیا انقلاب آرہا ہے، شاہ ایران کا محل زلزلے سے شکستہ ہو چکا ہے، اس کے چودہ کنگرے گر چکے ہیں، فارس کا قدیم آتشکدہ بجھ گیا ہے، بحیرہ ساوہ خشک ہو چکا ہے، بحیرہ طبریہ میں پانی ناپید ہو گیا ہے، وادی سماوہ کٹ چکی ہے، اے عبدالمسیح! اپنے بادشاہ کو بتا دے کہ جب اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت ہو گی، عصا لے کر چلنے والا

پیغمبر مبعوث ہو جائے گا' وادی ساوہ بہنے لگے گی، بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہو جائے گا اور فارس کے آتشکدے کی آگ سرد ہو جائے گی تو اس حال میں سطیح کے لئے شام، شام نہ رہے گا، محل کے چودہ کنگروں سے مراد یہ ہے کہ اتنے ہی بادشاہ اس کے ملک پر حکومت کریں گے، غور سے سنو، جو کچھ بھی ہونے والا ہے، آخر ہو کر رہے گا۔" ﴿تاریخ طبری ۱:۴۵۹، دلائل النبوۃ ۱:۱۳۵، البدایہ والنھایہ ۲:۲۶۹﴾

یہ انقلاب روزگار اس حقیقت کا ترجمان تھا کہ صدیوں سے چھائے ہوئے کفر و شرک کے ماحول میں نبوت و رسالت کا آفتاب جلوہ ریز ہو چکا ہے، باطل کی شب دیجور دم توڑنے والی ہے، زمانے کے چیرہ دستوں کو عبرتناک شکست ہونے والی ہے، دنیا کے سامراج خاک کا پیوند بننے والے ہیں، اب جور و استبداد کا کوئی نظام باقی نہیں رہے گا، شہنشاہوں کی مغرور گردنیں ٹوٹ جائیں گی اور اللہ کی زمین پر صرف اسی کا اقتدار تسلیم کر لیا جائے گا۔

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

حضور اقدس ﷺ کی ولادت کے وقت آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو چکا تھا، گویا آپ شان یتیمی لے کر پیدا ہوئے، اس کی یہ حکمت تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کے تمام رشتوں سے بے نیاز کر کے صرف اپنی رحمتوں کے جھرمٹ میں پروان چڑھا رہا تھا۔

111302

یوم ولادت باسعادت:

اس روشن صداقت پر تمام امت محمد یہ کا اجماع ہے کہ حضور پیغمبر نور ﷺ کی ولادت باسعادت پیر شریف کے دن ہوئی ، حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول الله ﷺ سئل عن صوم یوم الا ثنین قال ذاک یوم ولدت فیه ویوم بعثت اوا نزل علی فیه ، یعنی رسول اللہ سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا، اس روز میری ولادت ہوئی اور اس روز میری بعثت ہوئی یا اس روز میرے اوپر اللہ کا کلام نازل ہوا، ﴿مسلم ۲:۸۱۹، سنن بیہقی ۴:۲۸۶، سنن نسائی ۲:۱۴۶، مسند احمد ۵:۲۹۶﴾

یاد رہے کہ جمعۃ المبارک کی قدر و منزلت صرف اسی لئے ہے کہ اس روز حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا گیا، پھر اس دن کا کیا مقام ہوگا جس دن فخر آدم، جان بنی آدم، رسول محتشم، نبی محترم، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ بزم آب وگل میں رونق انداز ہوئے، تخلیق آدم کے روز مخلوق خدا کی دعائیں اور التجائیں بارگاہِ قدس میں مستجاب ہوتی ہیں تو میلاد رسول اعظم کے روز کتنی حسرتوں اور آرزوؤں کو نکھار ملتا ہوگا، امیدوں کے کتنے لب بستہ غنچے کھلکھلا کر چمنستان دل کو معطر کرتے ہوں گے، حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم میلاد پر آسمانوں سے سلام اترتا ہے، جیسا کہ قرآن عظیم نے فرمایا:

⊙......**وسلام علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا** ، اور

حضرت یحییٰ پر سلام ہو، ان کے یوم ولادت پر سلام ہو، ان کے یوم وصال پر سلام ہو اور اس دن پر سلام ہو جب وہ زندہ اٹھائے جائیں گے ﴿سورۃ مریم ۱۹:۱۵﴾

⊙......والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت ویوم ابعث حیا، (حضرت عیسیٰ نے فرمایا) مجھ پر سلام ہو، میرے یوم ولادت پر سلام ہو، میرے یوم وصال پر سلام ہو اور اس دن پر سلام ہو جب میں زندہ اٹھایا جاؤں گا، ﴿سورۃ مریم ۱۹:۳۳﴾

کیا شان اجلال ہوگی رسول آخر، نبی اکرم ﷺ کے یوم میلاد کی، اس دن کیوں نہ فرشتگان نور کی لاہوتی صداؤں سے ارض بطحا کے دست وجبل گونج اٹھے ہوں گے

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی

یاد رہے کہ یوم ولادت مصطفیٰ کی خوشی منانا تمام اہل اسلام کا طریقہ مبارکہ ہے اس کی روشن مثالیں قرآن وحدیث اور صدر اول سے لے کر آج تک کے تمام اہل علم وعرفان سے ثابت ہیں، ارشاد باری ہے:

⊙......قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون، اے محبوب آپ فرمادیں کہ مسلمان اللہ کے فضل ورحمت کے حصول پر خوب فرحت ومسرت کا اظہار کریں یہ کام ان کے مال ودولت سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں، ﴿یونس ۱۰:۵۸﴾

مفسرین امت نے اس آیہ مبارکہ میں فضل و رحمت سے حضور پیغمبر نور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو مراد لیا ہے، حضرت ابوالشیخ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد علم ہے اور رحمت سے مراد ذات مصطفیٰ ہے، خطیب اور ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد بھی ذات مصطفیٰ ہے، ﴿روح المعانی ۱۰:۱۴۱﴾ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تفسیر نقل فرمائی ہے، ﴿درمنثور ۴:۳۳۰﴾ حضرت ضحاک نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد علم ہے اور رحمت سے مراد ذات مصطفیٰ ہے، ﴿تفسیر بحر محیط ۵:۱۷۱، زاد المسیر فی علم التفسیر لابن جوزی ۴:۴۰﴾ حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد وغیرھما نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "فضل اللہ' رسول اللہ ﷺ' اللہ کے فضل سے مراد ذات رسول ہے، ﴿مجمع البیان ۵:۱۷۷﴾ ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

⊙...... ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ٥ یہ تو صرف اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے ہی فضل والا ہے، ﴿الجمعہ ۶۲:۳﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، عظیم فضل سے مراد عظیم احسان ہے جو اس نے اسلام اور نبوت محمدی کی صورت میں اپنی مخلوق پر فرمایا، یہ بھی فرمایا گیا کہ عظیم احسان سے بعثت محمدی اور نزول قرآنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں اور اپنی مخلوق کو عطا فرمایا، یہاں حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

فضل اللہ سے ذات مصطفیٰ اور کتاب مجتبیٰ کو مراد لیا ہے، ﴿تفسیر جلالین﴾ تفسیر خازن میں بھی یہی منقول ہے، ﴿لباب التاویل ۴:۲۶۵﴾ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ﴿الفضل الذی اعطاہ محمداً﴾ فضل سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمایا اور وہ ہے آپ کا اپنے زمان ظاہر اور زمان تا قیامت کے لئے پیغمبر ہونا، ﴿مدارک التنزیل ۴:۲۵۵﴾ امام ابن کثیر بھی لکھتے ہیں، فضل سے مراد وہ عظیم الشان نبوت و رسالت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم ﷺ کو عنایت فرمائی اور وہ خصائص ہیں جن سے آپ کی امت کو آپ کی بعثت عالی کے توسل سے سرفراز کیا گیا۔[1]

جب ثابت ہو گیا کہ حضور پیغمبر نور ﷺ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اور رحمت عمیم ہیں، اس لئے ان کی تشریف آوری کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"بلا اختلاف حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور اس کا کامل ترین فضل ہیں، اس لئے آیت کریمہ ﴿قل بفضل اللہ﴾ سے بدلالۃ النص یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ جہاں رحمت اور فضل سے مراد حضور ﷺ ہیں جن کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے

---

[1]: الکشاف ۴:۵۳۰، تفسیر بحر محیط ۸:۲۶۵، زاد المسیر ۸:۲۶۰، تفسیر المراغی ۱۰:۹۶، مجمع البیان ۱۰:۴۲۹﴾

رہے ہیں،۔۔۔اب قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر دیکھنا چاہئے کہ ان دونوں لفظوں سے کیا مراد ہے، قرآن مجید میں یہ دونوں لفظ بکثرت آئے ہیں، کہیں دونوں سے ایک معنیٰ مراد ہیں اور کہیں جدا جدا، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے، **ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ، لکنتم من الخسرین** ﴿البقرہ۲:۶۴﴾

اکثر مفسرین کے نزدیک فضل اور رحمت سے مراد حضور ﷺ کا وجود مسعود ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے، **ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لا تبعتم الشیطٰن الا قلیلا،** ﴿النسا۴:۸۳﴾ یہاں بھی بقول مفسرین حضور ﷺ ہی مراد ہیں، بعض آیات میں فضل سے رحمت دنیوی اور رحمت سے رحمت دینی مراد ہے، پس تمام تفاسیر کا مجموعہ دنیوی رحمتیں اور دینی رحمتیں ہوا۔۔۔۔ جو نعمت اصل اور سرچشمہ ہے تمام دنیوی اور دینی نعمتوں کا' وہ ہے حضور ﷺ کی تشریف آوری، ﴿میلاد النبی ص۱۰۴﴾۔۔۔۔حضور ﷺ کے وجود باجود پر خواہ وہ وجود نوری ہو یا ولادت ظاہری، اس پر خوش ہونا چاہئے اس لئے کہ حضور ﷺ ہمارے لئے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں، افضل نعمت اور بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضور ﷺ سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے، غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہوئی، پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے، ﴿میلاد النبی ص۱۲۱﴾

معلوم ہوا کہ حصول فضل ورحمت پر فرحت وانبساط کا اظہار کرنا نص قرآنی "فلیفرحوا" سے ثابت ہے، اس حکم مطلق سے ہر قسم کے اظہار فرحت کی کھلی اجازت ہے جو شریعت اسلامی کے دائرے میں رہ کر اپنایا جائے۔ گویا شکرانے کے نوافل بھی جائز ہیں، سخاوت کے انداز بھی بجا ہیں، جھنڈیاں بھی لگائی جاسکتی ہیں، گھی کے چراغ بھی جلائے جاسکتے ہیں، جلسوں، جلوسوں اور نورانی محفلوں کا انعقاد بھی روا ہے، مبارک، سلامت کے ہدیے بھی دیئے جاسکتے ہیں، شرینیوں سے منہ میٹھا بھی کرایا جاسکتا ہے، غرض کہ ایمان کی نظر میں میلاد رسول کی خوشی کائنات کی ہر خوشی پر غالب آجانی چاہیئے، پھر حضور پیغمبر نور ﷺ کی ذات مبارک اللہ تعالیٰ کی نعمت تمام بھی ہے، ارشاد باری ہے:

⊙...... لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً،

بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ ان میں عظمت والا رسول بھیجا، ﴿ال عمران ۳:۱۶۴﴾

اب قرآن حکیم ہی سے پوچھا جائے کہ حصول نعمت اور وصول رحمت پر ایک مومن برحق کا کیا کردار ہونا چاہیئے، کیا اُسے رونا چاہیئے یا اظہار تشکر کے طور پر مسرت کا اظہار کرنا چاہیئے، فرمایا:

⊙...... اگر تم شکر ادا کرو گے تو تم پر نعمتوں کا اضافہ ہوگا اور تم ناشکری اپناؤ گے تو یقیناً میرا عذاب بہت شدید ہے، ﴿ابراہیم ۷:۱۴﴾

⊙...... اے بنی اسرائیل! میری نعمت کا ذکر کرو جو میں نے تم پر

نازل فرمائی اور یہ کہ میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت بخشی،

﴿البقرہ ۲:۴۷﴾

⊙ ...... اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو سخت عذاب میں مبتلا کرتے تھے، ﴿البقرہ ۲:۴۹﴾

⊙ ...... اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ دراز کیا اور تمہارے لیے من وسلویٰ نازل فرمایا ﴿البقرہ ۲:۵۷﴾

⊙ ...... اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو اس نے تمہارے اوپر فرمائی، جب تم آپس میں دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں محبت بھر دی، پھر تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے، ﴿آل عمران ۳:۱۰۳﴾

⊙ ...... تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا، میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ اپناؤ، ﴿البقرہ ۲:۵۲﴾

⊙ ...... **واما بنعمة ربک فحدث** ، اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کریں ﴿الضحیٰ ۹۳:۱۱﴾

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب عام نعمتوں کے ملنے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے، ان کے تذکار سے کام و دہن کو تر رکھنا چاہیے اور کفران نعمت سے بچنا چاہیے تو نعمت عظمیٰ، دولت کبریٰ حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد آمد کے ترانے آلاپنا کتنا بڑا اعزاز ہوگا، نگاہ عشق میں تو یہ ساری بزم کائنات ایک دلنشین ''محفل میلاد'' کی صورت ہے، جس میں ہر لحہ لاہوتی آواز کانوں میں رس گھول رہی ہے!

⊙ ...... **ورفعنالک ذکرک**، اور ہم نے آپ کا ذکر آپ کے

لئے بلند کر دیا'

یہ بھی یاد رہے کہ جب کسی نعمت کا نزول ہوتا ہے تو اہل ایمان کے لئے "عید کا سماں" ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے!

⊙......**ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا واخرنا وایۃ منک،** ﴿حضرت عیسیٰ نے عرض کی﴾ اے ہمارے پروردگار ہمارے اوپر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو اور تیری طرف سے نشانی ہو، ﴿المائدہ ۵:۱۱۴﴾

اللہ اللہ! اگر قوم بنی اسرائیل کے لئے آسمان سے نعمتوں بھرا دستر خوان نازل ہو جائے تو ان کے اگلوں اور پچھلوں کیلئے 'باعث عید' بن جائے، پھر پروردگار کی نعمت عظمیٰ، حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کا یوم میلاد کیوں نہ ساری امت مرحومہ کے لئے لائق عید اور قابل دید ہوگا، وہ دستر خوان افضل ہے یا انبیا کا سلطان افضل ہے۔ اس آیت کریمہ کی روشنی میں تمام عالم اسلام آپ کے یوم ولادت کو "عید میلاد النبی" کے مبارک نام سے یاد کرتا ہے، پھر کتنی بابرکت ہے وہ رات، جس میں قرآن حکیم نازل ہوا، اس رات کے لمحات فوز و فلاح کے حامل ہیں، ہر مسلمان نزول قرآن کے جشن مناتا ہے اور شکر کے سجدے نچھاور کرتا ہے، کیا اسے خبر نہیں کہ شب میلاد رسول کا کیا مقام ہونا چاہئے، ذرا اہل دل کی پکار سنئے:

⊙...... حضرت امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، شب میلاد رسول شب قدر سے افضل ہے۔ ﴿انوار محمدیہ، ۲۸﴾

⊙...... حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، شب میلاد رسول سب سے افضل ہے، پھر شب قدر افضل ہے اور پھر شب معراج، شب عرفہ، شب جمعہ، شب برات اور شب عید افضل ہے۔ ﴿جواہر البحار ۳: ۴۲۶﴾

⊙...... حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میرے خیال میں میلاد رسول کی رات شب قدر سے تین وجوہات کی بنا پر افضل ہے، اولاً شب میلاد وہ ہے جس میں آپ کا ظہور ہوا جبکہ شب قدر آپ کو عطا کی گئی، ثانیاً شب قدر میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جب کہ شب میلاد میں خود سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے، ثالثاً، شب قدر کی وجہ سے امت محمدیہ کو فضیلت ملی جبکہ شب میلاد کی بدولت تمام موجودات کو فضیلت سے سرفراز کیا گیا کیونکہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے تو اس نعمت کو تمام مخلوق کے لئے عام کر دیا گیا، ثابت ہوا کہ شب میلاد شب قدر کی نسبت نفع پہنچانے میں کہیں زیادہ ہے، اس لئے افضل ہے۔ ﴿مواہب لدنیہ ۱: ۱۴۵﴾

⊙...... حضرت امام عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بعض علما کے نزدیک والضحیٰ سے مراد یوم میلاد مصطفیٰ ہے اور واللیل اذا

سحٰی سے مراد شب معراج مصطفیٰ ہے۔﴿تفسیر فتح العزیز﴾

یوم ولادت مصطفےٰ کی اہمیت و افضلیت کو ظاہر کرنے کے لئے چند احادیث نبویہ کا سہارا بھی اشد ضروری ہے:

......﴿1﴾......

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پیغمبر نور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یوم عاشور کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ نے پوچھا یہ روزہ کیسا ہے، یہودیوں نے جواب دیا کہ یہ وہ عظیم دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات عطا کی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا، آپ نے فرمایا، ﴿فانا احق بموسیٰ منکم فصامه وامر بصیامه﴾ میں تم سے زیادہ موسیٰ کا حقدار ہوں، لہذا آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزے کا حکم دیا، ﴿بخاری ۲:۴۰۷، مسند احمد ۱:۲۹۱﴾

......﴿2﴾......

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، یہودی یوم عاشور کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس دن کو بطور عید مناتے تھے، لہذا حضور پیغمبر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم لوگ اس دن کا روزہ رکھا کرو۔﴿مسلم ۲:۷۹۶، سنن نسائی ۲:۱۵۹﴾

حضرات شارحین حدیث نے ان روایات سے استدلال کیا ہے کہ کسی خاص دن میں اللہ تعالیٰ کے کسی احسان کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا اور ہر سال اسکا خصوصی اہتمام کرنا صحیح ہے، لہذا اظہار شکر کے لئے سجدے، روزے، صدقے،

تلاوت اور دیگر عبادات کا انتظام کرنا جائز ہے، اب بتایا جائے کہ حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہے' جس پر زیادہ اظہار شکر کیا جائے، ﴿حسن المقصد فی عمل المولد ص ۶۳﴾ قوم بنی اسرائیل کو صرف فرعون سے نجات ملی تو اس نے ہر سال اس دن کو یاد رکھا۔ حضور اقدس ﷺ کی آمد سے تو ساری کائنات کو کفر و جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نجات نصیب ہوئی ہے، اس دن کو کیوں نہ یاد رکھا جائے۔

﴿3﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، صوم رمضان سے پہلے لوگ یوم عاشور کا روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس دن کعبہ مشرفہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا، پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے فرمایا، جو رکھنا چاہتا ہے تو یہ روزہ رکھ لے اور جو چھوڑنا چاہتا ہے تو چھوڑ دے، ﴿بخاری ۲: ۵۷۸﴾

جس دن کعبہ مشرفہ کو غلاف عزت پہنایا جائے، اس دن کی تعظیم قطعی طور پر جائز ہے تو جس دن کے نورانی لمحات میں وجود انسانی کو ہدایت و عنایت کا خرقہ عطا کیا گیا، اس دن کی تکریم کیونکر حرام ہوگی۔

﴿4﴾

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد یہود نے آپ سے کہا، اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک ایسی آیت مبارکہ موجود ہے، وہ اگر قوم یہود کو مل جاتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، آپ نے فرمایا، وہ کونسی آیت مبارکہ ہے، اس نے کہا، **الیوم اکملت لکم دینکم**، آج میں نے تمہارے

لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔۔۔۔آپ نے فرمایا' ہم اس دن اور مکان کو بخوبی جانتے ہیں، جس میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تھی ، اس وقت حضور پیغمبر نور ﷺ میدان عرفات میں جمعہ کے روز قیام فرما تھے ، ﴿بخاری ۱:۲۵، ترمذی ۵:۲۵۰﴾

گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بتا دیا کہ اس آیت مبارکہ کا نزول حج کے روز ہوا جو مسلمانوں کے لئے یوم عید ہے اور طرفہ سعادت یہ کہ اس دن جمعہ المبارک بھی تھا لہذا وہ بھی یوم عید ہے، یہاں تو آپ نے اشارے سے کام لیا ہے لیکن ایک اور روایت میں صراحت موجود ہے، فرمایا!

"بے شک میں جانتا ہوں کہ یہ آیت مبارکہ جمعہ اور عرفات کے دن نازل ہوئی، وھما لنا عیدان" یہ دونوں ہمارے لئے عید کے دن ہیں"

﴿معجم طبرانی اوسط ۱:۲۵۳، فتح الباری ۱:۱۰۵﴾

معلوم ہوا کہ اگر آخری آیت قرآنی کے نزول کا دن باعث عید ہے تو آخری پیغمبر رحمانی کے ورود کا دن کیوں نہ لائق نوید ہوگا، اس حقیقت کو سامنے رکھنا ہر اہل ایمان کا ایمانی فریضہ ہے۔

......﴿5﴾......

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان النبی ﷺ عق عن نفسہ بعد مابعث نبیاً، حضور پیغمبر نور ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا،

﴿معجم طبرانی اوسط ۱:۲۹۸، میزان الاعتدال ۲:۱۹۳﴾

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے جد محترم

نے آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کر دیا تھا، عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا لہذا یہی احتمال ہے کہ آپ نے اپنی ولادت باسعادت کی خوشی میں عقیقہ فرمایا، ہم پر مستحب ہے کہ ہم بھی آپ کے یوم میلاد پر خوشی کا اعلان کریں اور لوگوں کو کھانا کھلائیں نیز عبادات اور مسرات کا اظہار کریں، ﴿الحاوی للفتاوی ۱:۱۹۶﴾

﴿6﴾

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے کسی فرد خانہ نے خواب میں اس کو نہایت بری حالت میں ملاحظہ کیا تو اس سے پوچھا، تمہارا کیا حال ہے، اس نے کہا، میں تمہارے بعد بہت دردناک عذاب میں مبتلا ہوں، ہاں مجھے اس سے کچھ سیراب کر دیا جاتا ہے کہ میں نے ﴿اپنے بھتیجے محمد مصطفے ﷺ کی ولادت کی خوشی میں﴾ ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ ﴿بخاری کتاب النکاح، مصنف عبدالرزاق، ۷:۴۷۸، سنن بیہقی ۷:۱۶۲، دلائل النبوۃ ۱:۱۵۰﴾

اس واقعہ کو محدثین کرام نے قدرے تفصیل سے یوں لکھا ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب کو میں نے خواب میں دیکھا تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ تم سے بچھڑ کر مجھے ذرا بھی آرام نصیب نہیں ہوا، لیکن سوموار کے دن میرے عذاب میں کمی آجاتی ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور انور ﷺ سوموار کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ ﷺ کی بشارت سنائی تو اس نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ ﴿فتح الباری ۹:۱۴۵﴾ اس روایت کی روشنی میں حضرت امام جلال الدین سیوطی، حضرت امام یوسف نبہانی، حضرت امام ابنِ جوزی، حضرت امام ناصرالدین دمشقی، حضرت امام عبدالحق دہلوی اور امام عبدالحیٔ لکھنوی رحمہم اللہ جیسے محققین نے یہی نتیجہ اخذ فرمایا

ہے کہ اگر ابولہب جیسا کافر بھی حضور پیغمبر نور ﷺ کو اپنا بھتیجا سمجھ کر خوشی منائے تو اس کے عذاب میں بھی قدرے تخفیف ہو جائے، آپ کا امتی آپ کو پیغمبر برحق تسلیم کرتے ہوئے خوشی منائے تو اس کو کتنا اجر و ثواب[1] حاصل ہوگا۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادشمناں نظر داری

صدر اوّل سے لے کر آج تک امتِ مرحومہ کے جلیل القدر علما اور فقہا نے میلاد رسول کے جواز و استحسان کا فتویٰ دیا ہے، میلاد ہے کیا؟ میلاد حضور پیغمبرِ نور کی تشریف آوری کے تذکارِ جمیل کا نام ہے، جن میں آپ کے ارہاصات، معجزات اور انعامات بیان کئے جاتے ہیں، یہ کام تو سنتِ الٰہیہ ہے، اللہ تعالیٰ نے خود اپنے پیغمبرانِ دین کا میلاد بیان کیا، قرآن حکیم میں حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ولادت کے تذکرے موجود ہیں، پھر آمدِ محبوب پر تو کتنی ہی آیات گواہی فراہم کر رہی ہیں۔ مثلاً اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لایا...... اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا...... وہ خدا ہے جس نے امیوں میں عظمت والا رسول مبعوث فرمایا...... ہم نے تمہاری طرف ایک عظمت والا رسول بھیجا...... اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آ گئی...... بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا...... اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا...... یہ آیاتِ مبارکہ میلاد رسول کی بہترین

[1]: حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۳۷، الحاوی للفتاویٰ ۱:۱۹۶، حول الاحتفال ص ۱۷، مدارج النبوۃ ۲:۱۹، فتاویٰ عبدالحی ۲:۲۸۲، احسن الفتاویٰ ۱:۳۴۷۔

داستان سنا رہی ہیں، شاید عقل نارسا کو لفظ میلاد پر اشکال واقع ہو، یہاں اتنا عرض کر دینا ہی کافی ہے کہ لفظ میلاد حدیث کی مستند کتابوں میں مذکور ہے اور علمائے امت نے بکثرت استعمال فرمایا ہے:

⊙...... جامع ترمذی شریف میں ایک باب کا نام ہے 'ماجاء فی میلاد النبی ﷺ' اس باب میں حدیث موجود ہے، حضرت قباث بن اشیم رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ﴿ظاہری عمر میں﴾ آپ بڑے ہیں یا اللہ کے رسول؟ انہوں نے جواب دیا 'رسول اللہ اکبر منی وانا اقدم منہ فی المیلاد، رسول اللہ مجھ سے بڑے ہیں لیکن میں میلاد میں ان سے پہلے ہوں، ﴿ترمذی ۵:۵۸۹﴾

⊙...... غار ثور پر کفار نے مکڑی کا جالا دیکھا تو پکار اٹھے، ان علیہ العنکبوت قبل میلاد محمد ﷺ فانعرفوا، اس کے دہانے پر تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے میلاد سے پہلے کا جالا ہے لہذا وہ سب واپس چلے گئے، ﴿طبقات کبریٰ ۱:۲۲۸، خصائص کبریٰ ۱:۳۰۵﴾

⊙...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کان بین میلاد عیسیٰ والنبی خمس ماتہ سنة و تسع و ستون سنة، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد اور نبی مکرم ﷺ کے درمیان پانچ سو انہتر سال کا عرصہ تھا، ﴿طبقات کبریٰ ۱:۵۳﴾

⊙...... حضرت ابن عون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وکان اقدم فی المیلاد من رسول اللہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ ﴿اس دنیا میں﴾ حضور

انور ﷺ سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔﴿طبقات کبریٰ ۳:۲۵۹﴾

⊙...... طبرانی کبیر اور مجمع الزوائد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث منقول ہے، **تذاکر رسول اللہ وابو بکر رضی اللہ عنہ، میلادھما عندی**، میرے سامنے حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے میلاد کا ذکر کرتے رہے۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ "میلاد" کوئی نئی اصطلاح نہیں شروع سے عربی زبان میں مروج ہے، علامہ ابن منظور فرماتے ہیں، **میلاد الرجل اسم الوقت الذی ولد فیہ**، گویا انسان کا میلاد اس وقت کا نام ہے جس میں وہ پیدا ہوا۔﴿لسان العرب ۳:۴۶۸﴾ جہاں تک "میلاد النبی" کے عنوان سے محافل ومجالس کے انعقاد کا سوال ہے تو عرض ہے کہ ظاہری دور رسالت میں اور دور صحابہ میں "سیرت النبی" کے عنوان سے بھی محافل ومجالس کا انعقاد نہیں ہوتا تھا، ہاں مطلقاً محفلیں اور مجلسیں سجائی جاتی تھیں، جس میں خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پورے جذبات و احساسات کے ساتھ آپ کے میلاد پاک، صورت پاک اور سیرت پاک کا ذکر کیا کرتے تھے، ذرا ان احادیث وآثار پر غور کرنا چاہیے:

⊙...... حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ منبر نبوت پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا، میں کون ہوں، صحابہ کرام نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا، میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، بے شک اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین گروہ﴿انسانی﴾ میں پیدا کیا، پھر اس کے دو فرقے بنائے تو مجھے بہترین

فرقے ﴿عرب﴾ میں پیدا کیا، پھر اس کے قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلے ﴿قریش﴾ میں پیدا کیا، پھر اس کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر میں پیدا کیا، پس میں گھر کے اعتبار سے اور نسب کے اعتبار سے ساری کائنات کا سردار ہوں، ﴿ترمذی ۵: ۵۴۳، مسند احمد ۱: ۲۱۰، مجمع الزوائد ۸: ۲۱۶، دلائل النبوۃ ۱: ۱۶۹، کنز العمال ۱۱: ۴۱۵﴾

⊙...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، اتنے میں آپ تشریف لے آئے، آپ نے سنا کہ صحابہ کرام پہلے انبیا کرام کا ذکر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، ایک نے کہا اس سے بھی تعجب انگیز بات ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا، ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور روح ہیں، ایک نے کہا، حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، میں نے تمہارا کلام سن لیا ہے، بے شک ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ نجی اللہ ہیں، عیسیٰ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں، آدم صفی اللہ ہیں لیکن خبردار میں حبیب اللہ ہوں، یہ میں فخر سے نہیں کہتا، میں قیامت کے دن حمد کا پرچم لہراؤں گا، یہ میں فخر سے نہیں کہتا، میں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی، یہ میں فخر سے نہیں کہتا، میں سب سے پہلے جنت کی زنجیر ہلاؤں گا، اللہ میرے لئے جنت کا دروازہ کھول دے گا اور سب سے پہلے مجھے اس میں داخل کرے گا، میرے

ساتھ فقیر مومن ہوں گے، مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، بیشک پہلوں اور پچھلوں کا میں ہی سردار ہوں، یہ میں فخر سے نہیں کہتا، ﴿ترمذی ۲:۲۰۲۔ سنن دارمی ۱:۳۰﴾

⊙...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، **کان رسول اللہ ﷺ یضع لحسان منبراً فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ ﷺ او ینافح عن رسول اللہ ﷺ ویقول رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالیٰ یؤید حسان بروح القدس ما یفاخر او ینافح عن رسول اللہ ﷺ**، یعنی حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھواتے تو وہ اس پر کھڑے ہو کر آپ کی مدحت سرائی کرتے یا آپ کا دفاع کرتے اور آپ ان کو ان الفاظ سے نوازتے، بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی امداد فرماتا ہے جب وہ رسول اللہ کی مدحت سرائی کرتا ہے یا دفاع کرتا ہے، ﴿ترمذی ۵:۱۳۸، مستدرک ۳:۵۵۴، مسند ابویعلیٰ ۸:۱۸۹، مسند احمد ۶:۷۲﴾

آمد مصطفیٰ پر جوش وجذبہ کا اظہار کرنا انصار مدینہ کے عظیم کردار سے ثابت ہے، انہوں نے اپنے خوش نصیب بچوں کو مدحت رسول کے ترانے یاد کروائے اور آپ کے استقبال کی تیاریاں کیں، یہ ترانے کس قدر مشہور ہیں، **طلع البدر علینا ...... من ثنیات الوداع ...... وجب الشکر علینا ...... مادعا للہ داع ...... ایھا المبعوث فینا ...... جئت بالا مرا لمطاع**، ﴿فتح الباری ۷:۲۶۱﴾

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کتنے بلند پایہ شعرا تھے جنہوں نے اپنے کلام کو توصیف مصطفیٰ سے آراستہ کیا اور بارگاہ مصطفیٰ میں سنا کر داد بھی حاصل کی اور امداد بھی حاصل کی، پھر امت مرحومہ نے ان کی سنت مبارکہ کو دل و جان سے قائم رکھا، ہر دور کے علما اور اولیا نے ''میلاد رسول'' کے نام پر عظیم الشان کتابیں رقم فرمائیں اور ان کو مشرق و مغرب میں قبول دوام نصیب ہوا، چند علما کرام کے نام درج ذیل ہیں:

1: امام شہاب الدین ابن حجر مکی نے کتاب ''مولد النبی'' تحریر فرمائی۔
2: امام سید جعفر برزنجی نے کتاب ''عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر'' تحریر فرمائی۔
3: امام جلال الدین سیوطی نے کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' تحریر فرمائی۔
4: امام ابن جوزی نے کتاب ''مولد العروس'' تحریر فرمائی۔
5: امام سید احمد بن عمر عابدین شامی نے کتاب نثر الدرر علیٰ مولد ابن حجر تحریر فرمائی۔
6: امام ابو الفدا ابن کثیر نے کتاب ''مولد رسول اللہ ورضاعہ'' تحریر فرمائی۔
7: امام علی القاری نے کتاب ''المورد الروی فی مولد النبی'' تحریر فرمائی۔
8: امام عمر بن حسن اندلسی نے کتاب ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' تحریر فرمائی۔
9: امام ابن عبداللہ جزری نے کتاب ''عرف التعریف بالمولد الشریف'' تحریر فرمائی
10: امام الحافظ عراقی نے کتاب ''المورد الھنی فی المولد السنی'' تحریر فرمائی۔
11: حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے کتاب ''جامع الاثار فی مولد النبی المختار'' تحریر فرمائی ''اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق'' ''مورد الصادی فی مولد الھادی'' بھی ان کی کتابیں ہیں۔
12: امام محمد سخاوی نے کتاب ''مولد النبی'' تحریر فرمائی۔

13: امام محمد بن جعفر کتانی نے کتاب ''الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد'' تحریر فرمائی۔

14: امام یوسف نبہانی نے کتاب ''جواہر النظم البدیع فی مولد الشفیع'' تحریر فرمائی۔

15: امام احمد سعید دہلوی نے کتاب ''اثبات القیام فی مولد خیر الانام'' تحریر فرمائی۔

16: امام احمد رضا بریلوی نے کتاب ''نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال'' تحریر فرمائی۔

ان کے علاوہ دنیا کی متعدد زبانوں میں تذکار میلاد کی کہکشاں جگمگا رہی ہے، اور ان تذکار سے تمام علما اور اولیائے علیہم الرحمہ نے اپنے ایمان کو مشکبار کیا ہے، بقول حضرت حسان ؓ

ما ان مدحت محمدا ﷺ بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد ﷺ

تاریخِ ولادت کی تحقیق:

ربیع الاول کا بہار آفرین مہینہ تھا جس کا معنٰی ہی ''پہلی بہار'' ہے، گویا موسم بہار اپنی تمام تر رعنائیوں، بوقلمونیوں اور آرائشوں کے ساتھ موجود تھا، خزاں رسیدہ چمنستان بادصبا کے نشاط انگیز ہلکوروں سے کھل اٹھے تھے، عنادل چہک رہے تھے اور ہر گل زیبا کو کسی جان آرزو کا انتظار تھا، حضور پیغمبر نور ﷺ اسی مبارک مہینے کی بارہ تاریخ کو رونق افروز ہوئے، حضرت سعید ابن مسیب ؓ فرماتے ہیں، وکان ذلک فی فصل الربیع، یعنی حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت موسم بہار میں ہوئی، (سیرت حلبیہ ۱: ۵۷) حضرت امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بھی دامن دل کو کھینچ رہی ہے:

''مشہور ترین قول یہ ہے کہ آپ ربیع الاول میں پیدا ہوئے، یہ قول جمہور علما کرام کا ہے، ابن جوزی علیہ الرحمہ نے اس قول پر اتفاق و اجماع نقل کیا ہے، صفوہ میں انہوں نے لکھا ہے'' تمام علما کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکہ شریف میں پیر کے دن، ربیع الاول کے مہینے میں عام الفیل کو پیدا ہوئے، علامہ ابن حجر نے نعمۃ الکبریٰ جو میلاد النبی پر بڑی کتاب ہے، میں لکھا ہے کہ علامہ ابن جوزی نے جو اتفاق نقل کیا ہے، اس سے مراد اکثر علما کا اتفاق ہے، اگر یہ نہ کہا جائے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ صفر میں پیدا ہوئے، ربیع الآخر میں بھی کہا گیا ہے، اس کو بھی بطور حکایت مغلطائی وغیرہ نے نقل کیا ہے اور یہ قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں، یہ قول اس قول کے موافق ہے جس میں کہا گیا کہ آپ کی والدہ ایام تشریق میں امانت دار نور مصطفیٰ ہوئیں، جس نے کہا کہ آپ کی ولادت یوم عاشور کو ہوئی تو یہ قول غریب ہے، اس سے آپ کی ولادت کا مہینہ محرم بنتا ہے، مغلطائی نے اس کی حکایت کی لہذا ان اقوال سے معلوم ہوا کہ آپ کی ولادت کے بارے میں چھ اقوال ہیں، ماہ ولادت کی طرح اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ مہینے کا کونسا دن تھا جب آپ پیدا ہوئے، کہا گیا ہے کہ پیر کا دن تھا لیکن کونسا پیر، یہ معین نہیں، جمہور کا مسلک ہے کہ سوموار معین ہے، لیکن ان کا اختلاف ہے کہ سوموار دو ربیع الاول والا تھا، یہ قول مغلطائی نے ذکر کیا ہے، اور یہ کہا گیا ہے

کہ سوموار آٹھ ربیع الاول کو آیا تھا، یہ بھی کہا گیا کہ سوموار دس ربیع الاول کو آیا تھا، اسے مغلطائی اور دمیاطی نے ذکر کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور بیان کیا گیا کہ بارہ ربیع الاول کو سوموار تھا، بعض نے سترہ اور بعض نے اٹھارہ اور بعض نے اختتام ربیع الاول سے آٹھ دن پہلے قرار دیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آخری دو قول بالکل غلط ہیں، لہذا دن کے تعین کے متعلق سات اقوال سامنے آتے ہیں، ان میں مشہور ترین قول بارہ ربیع الاول ہے، یہی محمد بن اسحاق وغیرہ کا قول ہے، ابن کثیر نے کہا کہ جمہور سے یہ قول مشہور ہے اور قدیم وجدید اہل مکہ اسی دن پر متفق چلے آرہے ہیں، وہ اس دن کو حضور اکرم ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کرنے جاتے ہیں، ابن جوزی اور ابن جزاء نے اس میں تھوڑا سا مبالغہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس تاریخ پر اجماع ہے، یعنی اکثر علما کرام کا اجماع ہے، اس اجماع سے مراد ''اجماع فعلی ہو سکتا ہے، اس لئے کہ سلف وخلف سب اس پر متفق دکھائی دیتے ہیں، وہ تمام بارہ ربیع الاول کی رات کو عمل مولد اپناتے چلا آرہے ہیں، اسی تاریخ کو میلاد النبی کی تاریخ کہتے چلے آرہے ہیں، تمام شہروں میں یہی معمول ہے حتیٰ کہ حرم مکہ میں بھی یہی معمول ہے...... لہذا اسی قول پر اعتماد کرنا چاہئے،

﴿نثر الدرر علی مولد ابن حجر ص ۱۱۷﴾

حضرت امام شامی کے علاوہ متعدد علما کرام نے بارہ ربیع الاول کو تاریخ ولادت قرار دیا ہے، جن میں امام ابن اسحاق، امام ابن ہشام، امام ابن جریر طبری،

امام علی بن محمد ماوردی، امام ابوالفتح اندلسی، امام ابن خلدون، علامہ محمد صادق عرجون، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔ ولادت نبوی کی تاریخ کے بارے میں صحابہ کرام سے ایک صحیح روایت منقول ہے جسے حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ درج کیا ہے، عفان سے روایت ہے، وہ سعید بن مینا سے راوی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں سوموار کے روز بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے، ﴿البدایہ والنھایہ ۲: ۲۶۰﴾ اس سند کے تمام راوی بلند پایہ امام ثقہ اور اتقان و دیانت کا نمونہ ہیں، دو تو صحابی ہیں جن کا عدل مسلمہ ہے، جبکہ دو کے بارے میں بھی زبردست ثقاہت کا قول ہے، ﴿خلاصۃ التہذیب ص ۱۴۳﴾

اس صحیح حدیث کی موجودگی میں بارہ ربیع الاول ہی یوم ولادت نبوی ہے، محققین اسلام کے مطابق اس روز مکہ معظمہ میں صبح صادق کا ظہور چار بج کر بیس منٹ پر ہوا تھا، جیٹھ کی یکم تاریخ کو شروع ہوئے تیرہ گھنٹے اور سولہ منٹ بیت چکے تھے، اپریل کی ۲۰ یا ۲۲ تاریخ تھی، نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی بارہ ربیع الاول ہی کو جمہور کا قول تسلیم کیا ہے، امام ابوزہرہ بھی فرماتے ہیں کہ علما کی عظیم کثرت اسی پر متفق ہے، ﴿خاتم النبیین ۱: ۱۱۵﴾ حکیم صادق سیالکوٹی، میر ابراہیم سیالکوٹی اور مرزا حیرت دہلوی نے بھی یوم ولادت بارہ ربیع الاول تحریر کیا ہے۔ ﴿سید الکونین ص ۵۵، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۳۵﴾ مولانا مودودی بھی یہی لکھتے ہیں۔ ﴿سیرت سرور عالم ص ۹۳﴾

ماہِ ولادت اور یوم ولادت کی شان:

حضرت امام حلبی رقم فرماتے ہیں، حضور پیغمبر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طلوع

مشتری میں ہوئی اور مشتری ایک سعید ستارہ ہے لہذا آپ کی ولادت سعد اکبر اور ربیع الاول کے نجم انور کے موجود ہونے کے وقت ہوئی، اسی لئے ایک شاعر نے کہا

لهذا الشهر فی الا سلام فضل
و منقبة تفوق علی الشهور
ربیع فی ربیع فی ربیع
و نور فوق نور فوق نور

یعنی یہ مہینہ اسلام میں بہت بڑا افضل ہے، اس کی فضیلت باقی مہینوں پر فوقیت رکھتی ہے، یہ مہینہ ایک بہار میں دوسری بہار اور دوسری میں تیسری بہار ہے، ایک نور پر دوسرا نور اور اس کے اوپر تیسرا نور ہے،

پس اے مبارک مہینے! تیرے شرف و اعزاز پر قربان' اس کی راتوں کے احترام پر جاں نثار تسبیح میں پروئے گئے موتیوں کی طرح ہیں اور قربان حضور اکرم ﷺ کے چہرہ اقدس پر' سو کسی پیدا ہونے والے کا ایسا حسین چہرہ نہ ہوگا، پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کی ولادت باسعادت کو دلوں کے لئے بہار بنایا اور جس نے آپ کے حسن و جمال کو آنکھوں کے نصیب میں لکھا، ﴿نثر الدرر علی مولد ابن حجر ص ۱۲۱﴾ حضرت علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے المدخل میں ولادت اور یوم ولادت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے!

اگر یہ کہا جائے اس میں کیا حکمت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت ماہ ربیع الاول اور سوموار کو ہوئی، رمضان المبارک میں کیوں نہ ہوئی جو نزول قرآن اور لیلۃ القدر کا مہینہ ہے، حرمت والے مہینوں میں کیوں نہ ہوئی، شعبان المعظم کی

پندرھویں رات کو کیوں نہ ہوئی، جمعہ اور جمعرات کو کیوں نہ ہوئی، اس کا جواب چار وجوہات کی بنا پر دیا جا سکتا ہے،

⊙...... یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے دن تخلیق فرمایا اس میں بڑی تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خوراک' رزق، میوہ جات اور خیرات کی چیزیں تخلیق فرمائی ہیں جن سے بنی نوع انسان کی نشو ونما اور گزران اوقات وابستہ ہے اور جن سے ان کے نفوس خوش ہوتے ہیں۔

⊙...... یہ کہ ربیع کے لفظ میں اس کے اشتقاق کی نسبت سے ایک اچھا اشارہ اور نیک شگون پایا جاتا ہے، ابوعبدالرحمٰن صلقی فرماتے ہیں کہ ہر ایک انسان کے لئے اس کے نام سے اس کا حصہ ہے یعنی اس کے نام کا اس کے بدن پر اثر پڑے گا۔

⊙...... یہ کہ ربیع متوسط اور سب سے بہتر موسم ہے، آپ کی شریعت بھی متوسط اور سب سے بہتر اور آسان ہے۔

⊙...... یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اس وقت کو فضیلت عطا فرما دی جس میں آپ کی ولادت ہوئی، اگر آپ کی ولادت رمضان المبارک وغیرہ مذکورہ اوقات میں ہوتی تو یہ وہم ہوتا کہ آپ ان اوقات کی فضیلت کی وجہ سے افضل و اعلیٰ ہو گئے ہیں، ﴿حسن المقصد فی عمل المولد ص ۱۸۰﴾

کیا بارہ ربیع الاوّل ''یوم وفات'' ہے:

بعض اوقات عقل نارسا کی طرف سے یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ بارہ ربیع

الاول کو حضور اقدس ﷺ کا وصال ہو لہذا ایک مسلمان کو اس دن غم واندوہ کا اظہار کرنا چاہئے نا کہ مسرت وانبساط کا، یادرہے کہ بارہ ربیع الاول کسی صورت بھی ''یوم وفات'' نہیں ہوسکتا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے آخری حج جمعۃ المبارک کو پڑھا جبکہ وصال ربیع الاول کے سوموار کو فرمایا، اس پر اجماع امت ہے، اب نوذوالحجہ کو جمعۃ المبارک ہوتو آگے تقریباً تین مہینوں کا حساب کونسا مشکل ہے، یہ مہینے تیس کے ہوں یا انتیس کے، کسی طرح بھی بارہ تاریخ کو سوموار کا دن رونما نہیں ہوتا، اس لئے حضرت امام ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اس حساب پر کسی طرح بھی حال دائر ہوتو بارہ ربیع الاول کو ''یوم وفات'' سوموار نہیں آسکتا ﴿الروض الانف ۲: ۳۷۲﴾ یہی مضمون حضرت امام شمس الدین ذہبی، حضرت امام ابن عساکر، حضرت امام ابن کثیر، حضرت امام نورالدین سمہودی، حضرت امام علی حلبی نے بھی بیان کیا ہے۔[1]

البتہ حضرت امام ابن حجر عسقلانی نے بحثِ مفصل کے بعد دو ربیع الاول کو ترجیح دی ہے اور بارہ ربیع الاول کو ''یوم وفات'' قرار دینا راوی کا وہم قرار دیا ہے، شبلی نعمانی نے یکم ربیع الاول اور عبداللہ بن محمد نجدی نے آٹھ ربیع الاول کو ''یوم وفات'' ثابت کیا ہے، ﴿سیرۃ النبی ۲: ۱۶۰، مختصر سیرۃ الرسول: ۹﴾ مولانا ابوالبرکات احمد مفتی اہل حدیث نے بھی لکھا ہے ''اکثر لوگوں کے نزدیک وفات بارہ ربیع الاول ہے، لیکن محقق علما نے اس کو غلط ثابت کرکے ربیع الاول کی دوسری تاریخ قرار دیا

---

[1] تاریخ اسلام لذہبی ۱: ۳۹۹، وفاء الوفا ۱: ۳۱۸، البدایہ والنھایہ ۵: ۲۵۶، سیرت حلبیہ ۳: ۴۷۳﴾

ہے، ﴿عید میلاد النبی ص ۵﴾ یاد رہے کہ بارہ ربیع الاول کا ''یوم وفات'' ہونا صرف ایک روایت سے ثابت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بارہ ربیع الاول کو ہوا، ﴿البدایہ والنہایہ ۵:۲۵۶﴾ اس روایت میں ایک راوی کا نام ہے محمد بن عمر واقدی، اس کو امام اسحاق، امام مدینی، امام ابو حاتم رازی اور امام نسائی نے ''وضاع'' یعنی حدیث گھڑنے والا کہا ہے، امام یحیٰ بن معین نے نا قابل اعتبار کہا ہے، امام احمد بن حنبل نے کذاب کہا ہے، امام ذہبی کہتے ہیں کہ واقدی کے ضعیف ہونے پر اہل جرح وتعدیل کا اجماع ہے، ﴿میزان الاعتدال ۲:۴۲۵﴾

جب بارہ ربیع الاول یوم وفات ہی نہیں تو فرحت ومسرت کے اظہار میں کیا قباحت باقی رہ گئی، ویسے اگر بالفرض یہ ''یوم وفات'' بھی ہو تو غم واندوہ کا کیا مقصد ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی زندہ ہیں، اپنے مزار اقدس میں جلوہ فرما ہیں، اپنی امت مرحومہ کے لئے دست بدعا ہیں، حدیث پاک ہے:

⊙ ...... میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، آپ کے وصال باکمال میں ہمارے لئے کیا بہتری ہے، آپ نے فرمایا تم تمام امت کے اعمال سوموار اور جمعرات کے روز میری بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں جو عمل اچھا ہوگا اس کو دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤں گا اور جو عمل برا ہوگا اس کے متعلق تمہارے لئے استغفار کروں گا، ﴿نثر الدرر علی مولد ابن حجر ص ۱۴۶، طبقات ۲:۱۹۴، مجمع الزوائد ۹:۲۷﴾

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ:

آمد محبوبؐ کی برکات وحسنات سے جہاں فرشِ زمین پر طرفہ دھوم دھام تھی، وہاں عرشِ بریں پر تازہ چھیڑ چھاڑ کے منظر قابل دید تھے، چند روایات سے دلوں کو معطر کیجیے:

⊙ ...... حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جس رات حضور سرورکون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور نور ہوا میں آپ کی والدہ ماجدہ کے قریب تھی، میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نورانی جلووں سے روشن ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آگئے ہیں کہ مجھے پکارنا پڑا، یہ ستارے کہیں میرے اوپر نہ گر پڑیں، ﴿تاریخ طبری ۱:۴۵۴، الاستیعاب ۴: ۱۹۰، اعلام النبوۃ: ۲۷۳﴾

⊙ ...... حضرت آسیہ اور حضرت مریم نے حوران جنت کے ہمراہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور قدرت ورحمت کی طرف سے آپ کی والدہ کا منہ میٹھا کروایا گیا، ﴿مواہب لدنیہ ۱: ۱۲۴﴾

⊙ ...... جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، فرشتوں نے آہستہ اور اونچی آواز سے اس کا اعلان کیا، حضرت جبریل علیہ السلام بشارت لائے اور عرش خوشی سے جھوم جھوم اٹھا، حورعین اپنے محلات سے نکل آئیں اور عطر نچھاور کرنے لگیں، رضوان کو حکم دیا گیا کہ فردوس اعلیٰ کو آراستہ کردو اور محل سے پردہ اٹھادو، سیدہ آمنہ کے گھر جناتِ عدن سے پرندے بھیج دو جو اپنی چونچوں سے موتی بکھیریں، حضرت سیدہ آمنہ

کے اردگردفرشتے کھڑے ہوگئے اورانہوں نے پرخوب پھیلائے نیز تسبیح وتہلیل کرنے والے فرشتے اس کثرت سے اترے کہ تمام بحرو بر اور نشیب وفراز بھر گئے۔﴿مولد العروس ص ۷﴾اس عظیم موقع پر ابلیس واویلا کر رہا تھا﴿ایضا﴾

⊙......حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں،اس دوران میں نے سفید ریشم کا ایک ٹکڑا دیکھا جو زمین و آسمان کے درمیان پھیلا دیا گیا تھااور کوئی پکار رہا تھا انہیں پکڑ کر لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل کر دو، میں نے کچھ لوگوں کو ہوا میں تعظیماً کھڑے دیکھا،ان کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں تھیں، پھر میں نے پرندوں کے ڈار دیکھے جنہوں نے آکر میرے حجرے کو ڈھانپ لیا،ان کی چونچیں زمرداور پر یاقوت کے بنے ہوئے تھے،﴿زرقانی ۱:۲۱۰﴾

⊙......سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کے جمال کو دیکھا جو ماہ کامل کی طرح ظاہراور منور ہے اور میں نے آسمان کے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ آراستہ اور پیراستہ ہیں، کائنات کی برکت میرے گھر میں رقصاں ہے، میں نے پوچھا یہ سب کیا ہے تو بلندی سے آواز آئی' اس ماہ کامل کے بارے میں سوال مت کرواوراس کو آسمانی فرشتوں کی آنکھوں سے مت چھپاؤ،اس کی زندگی کی قسم یہ فضل وشرافت کا مجسمہ وہی ہے جو تمام مخلوق سے فائق اور قدر عالی کا مالک ہے،

﴿مولد العروس ص ۲۳۴﴾

صدقے اس اِکرام کے قربان اس اِنعام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ وا

روایاتِ میلاد کا علمی تجزیہ:

تذکار میلاد میں جتنی مہتم بالشان رواتیوں کو درج کیا گیا ان کے بارے میں فکرِ گستاخ اور عقلِ آزاد نے طرح طرح کو موشگافیوں کا اظہار کیا ہے، ان کے نزدیک اس طرح کی روایات اور آثار "درجہ صحت" کو نہیں پہنچے بلکہ ضعیف اور مقطوع ہیں، لہذا نا قابلِ اعتبار ہیں، کاش ان کو خبر ہوتی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد پاک میں کتنے ہی عجائب روزگار کا مشاہدہ کیا گیا تو کیا تاجدارِ انبیا، شہر یارِ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر کوئی انقلاب رونما نہ ہوتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صرف ایک ارہاص دیکھے کہ آپ نے آغوشِ مادر میں کلام فرمایا، اس کا ایک مقصد تو تھا اپنی والدہ مریم علیہا السلام کی صفائی، اس کے علاوہ آپ نگاہ نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ ایک قوم آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دے گی، اس کی تردید بھی ضروری تھی، لہذا آپ نے اپنی عبدیت اور نبوت کا اعلان بھی فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد شریف کو سامنے رکھیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی ایک روایت اور عظمت سامنے آتی ہے اور وہ ہے آتشکدہ ایران جو ہزار سال سے متواتر جل رہا تھا، آپ کے ظہور نور سے اس کا دفعتاً بجھ جانا، ظاہر ہے ہزار سال کے اس طویل عرصے میں کتنے پیغمبر مبعوث ہوئے، کم از کم تین حضرات یعنی حضرت زکریا، ان کے صاحبزادے حضرت یحیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام تو بالکل ظاہر ہیں، گویا ایسے جلیل القدر پیغمبروں کے ظہور سے تو آتشکدے نے کوئی اثر نہیں لیا اور وہ حسب دستور

مجوسیوں کی عبادت کا مرجع بن کر ایک کثیر التعداد مخلوق کی گمراہی کا سبب بنا مگر جونہی ادھر ہمارے پیغمبر حضور سردار کونین ﷺ کی جلوہ افروزی ہوئی، آپ کے ابر رحمت نے اسے ایک دم کے لئے بھی گوارا نہیں فرمایا، ساوہ اور سماوہ کے بارے میں بھی صورت حال اس سے مختلف نہیں، یہاں بھی صدیوں سے پوجا پاٹ جاری تھی، توحید کے سب سے بڑے علمبردار کے قدوم میمنت لزوم کی فوری برکت سے گویا خشکی کے دیوتا کی خشکی سلب کر لی گئی اور تری کے دیوتا کی تری تلف کر دی گئی، اس طرح باقی روایات کا تجزیہ بھی کیا جائے تو کوئی روایت بھی خلاف عقل دکھائی نہیں دیتی، کیا قادر کریم کی لامتناہی قدرتوں کے آگے ان کا وقوع امر محال ہے، جہاں تک نقل کا تعلق ہے تو محققین امت نے کھل کر ان تمام روایات و واقعات کو نقل فرمایا ہے، ان میں علامہ ابن جوزی جیسے محقق بہت نمایاں ہیں جو بخاری و مسلم کی بعض روایات کو بھی ضعیف و موضوع کہنے سے باز نہیں آتے، ابن جوزی جیسے متشدد نقاد کا ان روایات کو بغیر کسی تنقید و تردید کے نقل کر دینا کوئی معمولی بات نہیں، پھر امام جلال الدین سیوطی اور امام ابونعیم جیسے محدثین کا درج کرنا بھی قابل غور ہے، حدیث کی اہم طور پر تین قسمیں ہیں، صحیح، حسن اور ضعیف، پہلی قسمیں احکام اور فضائل میں معتبر ہیں جبکہ آخری قسم احکام میں معتبر نہیں فضائل اعمال یا مناقب رجال میں معتبر ہے، حدیث ضعیف جھوٹی یا خود ساختہ نہیں ہوتی لہذا اس کو کسی ترنگ میں آکر موضوع کہہ دینا فن حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے، پھر ضعیف دو یا دو سے زیادہ سندوں سے روایت ہو جائے تو اگرچہ وہ سب سندیں ضعیف ہوں یا اس پر معتمد علمائے امت کا عمل ہو تو بھی حسن ہو جاتی ہے اور حسن ہونے کے اعتبار

سے احکام میں بھی حجت بن جاتی ہے، کبھی اولیا کرام کے کشف سے بھی کسی حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے، یونہی حسن حدیث بھی اس طرح سے صحیح کا درجہ پا لیتی ہے، علامہ ابن تیمیہ نے واضح طور پر لکھا ہے، "حدیث کے متعلق جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ جھوٹی ہے تو فضائل میں اس کی روایت کرنا قرین قیاس ہے، لیکن جب یہ معلوم ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو پھر اس کی روایت اس طرح پر جائز ہے کہ اس کے ساتھ اس کا حال بھی بیان کی جائے" ﴿اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۰۳﴾ بلکہ کبھی کبھی حدیث ضعیف احکام و مسائل میں بھی قابلِ عمل گردانی گئی ہے، علامہ ابن تیمیہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں، دفن کے بعد تلقینِ میت کے بارے میں حدیث مروی ہے، اس میں کلام کیا گیا ہے مگر چونکہ شام کے علما اس روایت کے ساتھ اس پر عمل بھی کرتے تھے اس لئے اکثر حنبلی علما نے اُس کو مستحب سمجھا ہے، ﴿ایضاً ص ۳۲۶﴾

اسی طرح حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے موضوعاتِ کبیر میں حدیث مسح گردن کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرمایا، فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے، اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے، اب آپ اندازہ کریں کہ اگر فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف قابل قبول ہے تو فضائلِ رجال میں کیوں قبول نہیں، حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو طالب مکی قدس سرہ کا فرمان نقل کیا ہے، کہ فضائلِ اعمال اور تفضیلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں، مقطوع ہوں خواہ مرسل، نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا، ﴿منیر العین فی تقبیل الابہامین﴾

یہاں تفضیلِ صحابہ کی بات نہیں خود حضور پیغمبر نور ﷺ کے فضائل ومناقب کی بات ہے، لہٰذا ان روایاتِ میلاد کو خواہ مخواہ ضعیف اور موضوع جیسے الفاظ کے تیروں سے چھلنی کرنا ایمان وعرفان سے خالی ہونے کی دلیل ہے، کتنے غضب کی بات ہے کہ جس روایت کو امت کے بڑے بڑے محدثین اور مفکرین نے دلائلِ نبوت کے باب میں نقل کیا، اس پر زبان طعن دراز کر کے ان محدثین اور مفکرین کی تحقیق کو مشکوک قرار دینا کوئی قابلِ فخر کارنامہ نہیں، علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''یہ وہ کتابیں ہیں جن میں آپ کی نبوت کی علامات اور آپ کی رسالت کے دلائل کی وہ احادیث بھی اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ اگر حجۃ الوداع اور عمرہ حدیبیہ کی طرح ان کو متواتر کہہ دیا جائے تو بھی بے جا نہیں ہوگا'' ﴿الجواب الصحیح جلد۴ ص ۲۴۳﴾

علامہ ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے، پھر ان کی انواع واقسام کا اجمالی تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے، جیسے قرآن مجید، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، اہل کتاب کی شہادت، کاہن کی پیش گوئی، غیبی آوازیں، انبیا کرام علیہم السلام کی آپ کے متعلق بشارتیں، قصہ اصحابِ فیل اور اس کے علاوہ آپ کے سنِ ولادت میں دیگر عجائبات کا ظہور اور آسمان پر غیر معروف طریقے سے بکثرت ستاروں کا ٹوٹنا، گذشتہ اور مستقبل کی ایسی خبروں کا بیان کرنا جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کسی کو نہیں ہوسکتا، ﴿الجواب الصحیح جلد۱ ص ۱۴۵ تا ۱۵۵﴾ مولانا بدر عالم میرٹھی نے ترجمان السنہ میں اس موضوع پر کھل کر گفتگو کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

"بخاری شریف کی شروح میں جو سب سے عمدہ شروح سمجھی گئی ہیں وہ دنیا کے دو بڑے حافظوں کی ہیں، یعنی حافظ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، رہی شرح حافظ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تو وہ ان دونوں شرحوں پر مبنی ہے، جو شخص ان شروح کا مطالعہ کرے گا، وہ دیکھے گا کہ ان حفاظ نے کیسے کیسے آڑے موقعوں پر کتنی کثرت کے ساتھ کتبِ دلائل کی روایات سے مدد لی ہے، کسی روایت سے راوی کا نام، کسی مقام کا نام اور کسی سے بعض ضروری تفصیلات علم میں آجاتی ہیں، ان کے متابعات اور شواہد کا بڑا ذخیرہ انہی کتب سے فراہم ہوتا ہے"

﴿ترجمان السنہ ۴: ۹۶﴾

اسی کتاب کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو عنوان ہے بعض وہ معجزات جن کی عام اسانید تو ضعیف ہیں لیکن حفاظ وائمہ کے نزدیک وہ دوسری قابلِ اعتبار اسانید سے ثابت ہیں، اس کے تحت فرماتے ہیں:

"حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بابِ علامات النبوت کے شروع میں آپ کی ولادت کے وقت خانہ آمنہ کا منور ہو جانا اور قصور شام کا روشن ہونا، آسمان سے ستاروں کا جھکتا ہوا معلوم ہونا، شب ولادت میں ایوان کسریٰ کے بعض کنگروں کا گر جانا، آتشکدہ فارس کا بجھ جانا اور آپ کی دودھ پلانے والی عورت کے دودھ میں بڑی برکت ہوتی اور اس کے علاوہ ان کے گھر میں قسم قسم کی دوسری برکات کا ذکر کیا ہے" ﴿ترجمان السنہ جلد ۴﴾

ایک اور جگہ رقم فرماتے ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ جو احادیث ضعیف اسانید کے ساتھ کتب دلائل میں روایت کی گئی ہیں ان کی پشت پر کوئی نہ کوئی حدیث مجمل یا مفصل کتب صحیحہ میں بھی موجود نظر آتی ہے، اس لئے ہزار آپ انکار یا تاویل کی راہ اختیار کریں لیکن اس نوعیت کے معجزہ کا ثبوت ماننا ہی پڑتا ہے، ﴿ترجمان السنہ﴾

اس کے علاوہ ضعیف اسناد کو دوسری ضعیف اسناد سے قوت مل جائے تو وہ روایت حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے، کسی صاحبِ کشف بزرگ کی تائید سے بھی روایت کا ضعف دور ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس نوجوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھے حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی، یہ واقعہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے، کسی ضعیف روایت پر علمائے امت کا عمل ہو تو اس کا ضعف دور ہو جاتا ہے، لہٰذا یہ روایاتِ میلاد ضعیف ہونے کے باوجود جب ایک دوسری کو تقویت دیں، حتیٰ کہ ان کے مضامین تواتر کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں تو کیوں معتبر نہیں ہوں گی، حالانکہ معجزات وفضائل میں ان کا ضعیف ہونا بھی مقبول اور معتبر ہونے کیلئے کافی تھا، پھر اہلِ کشف ونظر سب کے سب انہیں تسلیم کرتے آئے ہیں، جن کے زہد وتقویٰ، اِخلاص وللّٰہیت اور کشف ونگاہ میں کوئی التباس نہیں، یہ امر اہلِ محبت کے لئے قابل حجت ہے، خصائصِ کبریٰ کے مصنف حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پچھتر بار جاگتے ہوئے دیدارِ مصطفٰے کا شرف حاصل کیا، تو حسبِ ضرورت مختلف روایات کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایات حاصل کیں، اس صورت حال سے دوسرے کئی محدثین ومفکرین بھی مشرف ہوئے، یاد رہے کہ علم حدیث کا ایک اہم

قانون ''تلقی بالقبول'' بھی ہے یعنی علما کرام کو کسی حدیث کا قبول کرتے چلے آنا اور یوں اس کے مضمون کا عام مسلمانوں کی نظر میں مقبول و مستند ٹھہرنا بھی ایک مضبوط دلیل ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:

''قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذ تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح ، بعض علما نے فرمایا کہ حدیث کو صحیح کہا جائے گا بشرطیکہ لوگوں نے اسے قبول کرلیا ہو، اگرچہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو''

حضرت امام ابن خلال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت امام ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان احادیث کے بارے میں پوچھا جو صفات، دیدار خداوندی اور معراجِ عرش کے بارے میں ہیں مگر جہمیہ انہیں نہیں مانتے تو آپ نے انہیں صحیح فرمایا نیز ارشاد ہوا، ان احادیث کو علما کا تلقی بالقبول حاصل ہے لہذا ہم ان کو مانتے ہیں جیسی وارد ہیں، ﴿کتاب السنہ جلد اص ۲۴۶﴾

لوگو! جہاں حضور پیغمبر نور ﷺ کی عزت و عظمت کا معاملہ ہو وہاں اہل ایمان چہ میگوئیوں اور موشگافیوں سے کام نہیں لیتے، تعظیم و تسلیم کا سہارا لیتے ہیں، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے ابوجہل جیسے منکر ترین راوی نے جب واقعہ معراج بیان کیا تو آپ نے فوراً راوی کی طرف نہ دیکھا، حضور اقدس ﷺ کی عزت وعظمت کی طرف دیکھا اور فرمایا، نعم انی لاصدقه بما هو ابعد من ذلک، ہاں میں ضرور حضور اقدس ﷺ کی اس سے بھی زیادہ دور کی بات میں

تصدیق کرتا ہوں، اس تصدیق کی وجہ سے آپ کا نام صدیق پڑ گیا، امام حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، اور بھی محدثین کرام اس کو بڑے اکرام سے بیان کرتے ہیں، یہی عشقِ رسول کا تقاضا ہے اور یہی ایک وفادار امتی کا طرزِ عمل ہے ؎

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیِ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

......☆......

باب دوم
معراج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کیلئے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب، کاشف سر مکنون، خازنِ علم مخزون، عالم ما کان و ما یکون، مدلولِ حروف مقطعات، منشائے فضائل وکمالات، پیکر عالی صفات، باعث تخلیق کائنات، امام جماعتِ انبیا، مقتدائے زمرۂ اتقیا، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کو بیشمار معجزے عطا کر کے مبعوث فرمایا، بلکہ سراپا معجزہ بنا کر بھیجا، معراج بھی آپ کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جس نے عقل پرستوں کو ورطہ حیرت میں گم کر دیا ہے، قرآن پاک میں ہے، وما جعلنا الرویا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس، اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو، ﴿سورۂ بنی اسرائیل:۶۰﴾

معراج کا مفہوم:

معراج کا لغوی معنیٰ اور مفہوم یہ ہے کہ معراج سیڑھی یا سیڑھی کی مشابہ چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ارواح اوپر کو چڑھتی ہیں، معرج فرشتوں کے چڑھنے والے راستے کا نام ہے جس کی جمع معارج ہے، ﴿تاج العروس ۲:۲ ۷﴾

معراج کا اصطلاحی معنیٰ اور مفہوم کیا ہے، علامہ تفتازانی لکھتے ہیں "رسول اللہ ﷺ حالت بیداری میں اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے اور جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، آپ بلند و بالا ہوئے، یہ معراج ہے اور مشہور احادیث سے ثابت ہے، یہ معجزہ برحق ہے، اس کا منکر بدعتی ہے، یہ کہہ کر معراج کا انکار کرنا کہ آسمانوں میں شگاف ممکن نہیں تو یہ بات پرانے فلسفیوں کے اصول پر مبنی ہے، تمام جسموں کی حقیقت واحد ہے اور جب ایک جسم میں شگاف ممکن ہے تو تمام جسمون میں ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے، معراج بیداری میں ہوئی، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ نیند کا واقعہ ہے جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے "خوبصورت خواب" قرار دیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی فرمایا کہ معراج کی رات حضور اقدس ﷺ کا جسم غائب نہیں ہوا، قرآن پاک میں بھی ہے، وجعلنا الرویا التی اریناک' اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا، یہاں رویا سے مراد خوبصورت خواب نہیں' بلکہ رویا کا مطلب آنکھ سے مشاہدہ کرنا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام کا مطلب ہے آپ کا جسم غائب نہیں ہوا یعنی آپ کا جسم بھی روح کے ساتھ تھا کیونکہ یہ جسمانی معراج تھی، اگر صرف خواب میں معراج ہوتی تو اتنی شدت کے ساتھ اسکا انکار نہ ہوتا۔" ﴿شرح عقائد نسفی ص ۱۰۴، احکام القرآن لابن العربی: ۱۱۹۵﴾

معراج رسول کی تاریخ:

معراج کی تاریخ کے بارے میں خاصا اختلاف ہے، علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کثیر علما اور محدثین نے یہ کہا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت سے

ایک سال پہلے ہوا، حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقدمین اور جمہور محدثین کا اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا، امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ مکرمہ میں ہوا، مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد دمیاطی نے فرمایا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے واقع ہوئی، حضرت امام سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ معراج رسول رجب المرجب کی ستائیس تاریخ کو واقع ہوئی جیسا کہ حرمین شریفین میں اس پر عمل ہوتا ہے، ایک قول ہے کہ ربیع الآخر میں واقع ہوئی، ایک قول ہے کہ رمضان المبارک میں واقع ہوئی اور ایک قول ہے کہ شوال المکرم میں واقع ہوئی، اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال موجود ہیں، ﴿شرح الشفاء ۲: ۲۴۴﴾ امام نووی سے یہ بھی منقول ہے کہ معراج اعلان بعثت کے دس سال بعد واقع ہوئی، ملا امین عمری نے لکھا ہے بارہ سال بعد ہوئی، علاوہ ابن حزم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، امام نووی نے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ربیع الاول کو شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر کو اور روضہ میں وثوق سے لکھا ہے کہ رجب المرجب کو واقع ہوئی، ﴿روح المعانی ۱۵: ۷﴾ امام عبد البر، امام رافعی، محدث عبد الغنی مقدسی نے رجب المرجب کی ۲۷ تاریخ پر یقین ظاہر کیا ہے، امام زرقانی نے لکھا ہے کہ لوگوں کا اسی پر عمل ہے اور بعض کی رائے ہے کہ یہی قوی ترین روایت ہے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ جب کسی بات میں سلف کا اختلاف ہو اور کسی رائے کی ترجیح پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو بظن غالب وہ قول صحیح ہوگا جس پر عمل درآمد ہو اور جو لوگوں میں مقبول ہو، ﴿سیرت النبی از سلیمان ندوی ۳: ۳۶۰﴾ محدث ابن جوزی نے بھی ۲۷ رجب کو درست مانا ہے، ﴿الوفاص ۲۶۸﴾ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں

کہ لوگوں کا اسی پر عمل ہے اور بعض مورخین کی رائے ہے کہ یہی سب سے زیادہ قوی ہے۔﴿زرقانی علی المواہب ۱:۳۵۵﴾ معراجِ رسول کے سال کے بارے میں امام برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، سفر معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا، ابن حزم نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، بعض کے نزدیک ہجرت سے دو سال قبل اور بعض کے نزدیک ہجرت سے تین سال قبل واقع ہوا، ﴿انسان العیون ۱: ۳۴۸﴾ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ نبوت کے بارہویں سال یعنی ہجرت کے ایک سال پہلے قصہ معراج پیش آیا۔ ﴿مدارج النبوۃ ۲:۸۴﴾ امام واقدی نے بھی لکھا ہے کہ سفر معراج نبوت کے بارہویں سال واقع ہوا۔ ﴿الوفاص ۲۶۸﴾ علامہ نبہانی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ بعثت کے پانچویں سال پیش آیا، ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ ستائیس تاریخ کو ہوا، حافظ عبد الغنی مقدسی نے اس روایت کو ترجیح دی ہے۔ ﴿انوار محمدیہ ص ۷۶﴾ علامہ نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں، نبوت کے بارہویں سال سید عالم ﷺ معراج سے نوازے گئے، مہینہ میں اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔ ﴿خزائن العرفان : ۳۳۹﴾ قاضی سلمان منصور پوری نے لکھا ہے، ۲۷ رجب ۱۰ نبوی کو معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی، ﴿رحمۃ للعالمین ۱: ۶۵﴾ بہر حال کثیر علما کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ معراج سفر طائف کے بعد سے لے کر سفر ہجرت تک کے درمیانی عرصے میں رونما ہوا، رجب المرجب ستائیس تاریخ پر متعدد علما کا اتفاق ہے اور اسی پر امت مسلمہ کا تعامل ہے۔ ﴿واللہ اعلم بالصواب﴾

معراج میں جسم بھی ساتھ تھا:

جمہور علماءِ امت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو روحانی اور جسمانی طور پر اور حالت بیداری میں معراج سے مشرف فرمایا، ''او ادنیٰ'' کے مقام ناز تک جہاں آپ کی روح نے پرواز کی وہاں ساتھ جسم بھی موجود تھا، اس کے متعلق علما کرام کی آرا پیش خدمت ہیں:

⊙...... قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سلف صالحین اور امت محمدیہ کی غالب ترین اکثریت نے یہی کہا ہے کہ سیر معراج جسم مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں واقع ہوئی، یہی قول برحق ہے، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر، حضرت انس بن مالک، حضرت حذیفہ، حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابی حبہ بدری، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام اور حضرت ضحاک، حضرت سعید بن جبیر، حضرت قتادہ، حضرت سعید ابن مسیب، حضرت ابن شہاب، حضرت ابن زید، حضرت حسن، حضرت ابراہیم، حضرت مفروق، حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہم جیسے تابعین عظام اور حضرت امام طبری، حضرت امام احمد بن حنبل جیسے ائمہ کرام اور مسلمانوں کی عظیم جماعت کا یہی قول ہے، نیز علمائے متاخرین، فقہا اور محدثین، مفسرین اور متکلمین کی اکثریت کا یہی قول ہے۔ ﴿کتاب الشفاء ۱: ۲۴۶﴾

⊙...... حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، مذہب صحیح یہی ہے کہ وجود اسریٰ و معراج سب کچھ بحالت بیداری اور جسم کے ساتھ تھا، صحابہ، تابعین اور اتباع کے مشاہیر علما اور ان کے بعد محدثین، فقہا اور متکلمین کا مذہب اس پر ہے، اس پر

احادیث صحیحہ اور اخبار صریحہ متواتر ہیں، بعض اس پر ہیں کہ معراج خواب میں روح سے تھی، اس کی جمع وتطبیق اس طرح کی ہے کہ یہ واقعہ متعدد مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ بیداری میں اور دیگر اوقات خواب میں روح سے، کچھ مرتبہ مکہ مکرمہ میں اور کچھ مرتبہ مدینہ منورہ میں، ﴿مدارج النبوۃ ۱: ۲۸۷﴾

⊙...... علامہ احمد جیون استادِ عالمگیر لکھتے ہیں: سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ معراج بحالت بیداری جسم وروح کے ساتھ ہوئی، یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ ﴿تفسیراتِ احمدیہ ص ۴۰۸﴾

⊙...... علامہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں: صحیح مذہب کے مطابق آپ کو عالم بیداری میں جسدِ عنصری سمیت مسجد حرام سے بیت المقدس لے جایا گیا، آپ براق پر سوار ہو کر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ گئے اور وہاں اتر کر انبیا کرام کو امامت کرائی اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقہ کے ساتھ باندھا، پھر اس رات آپ کو معراج ہوا، ﴿مختصر سیرۃ الرسول: ۵۵﴾

⊙...... حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسم کو بیداری کی حالت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے، پھر مسجد اقصیٰ سے آپ کو سات آسمانوں سے اوپر لے گئے۔ ﴿انوار محمدیہ: ۲۷﴾

⊙...... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام طلبِ دیدار کے بعد لن ترانی کا جواب پا کر بے ہوش ہو گئے اور اس طلب سے توبہ کی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب اور سب موجوداتِ اولین وآخرین سے بہتر ہیں، جسمانی معراج سے مشرف ہوئے بلکہ عرش وکرسی

سے گزر کر زمان و مکان کی سرحد عبور کر گئے۔ ﴿مکتوب ۲۷۲ دفتر اول﴾

⊙...... حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، علما کرام نے معراج کو جسدی فرمایا ہے کہ فرمایا گیا، ''اسریٰ بعبدہٖ'' عبد روح مع الجسد کا نام ہے، اگر معراج روحی ہوتی تو ''بروح عبدہٖ'' فرمایا جاتا، ﴿ملفوظات ۱:۲۹۹﴾

⊙...... امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، عبد کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے، لہذا یقیناً یہ سیر دونوں کے مجموعہ کو حاصل ہے، ﴿تفسیر کبیر ۲۵:۲۹۵﴾ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں، معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی، ﴿خزائن العرفان ص ۳۳۹﴾

⊙...... علامہ قاضی سلمان منصور پوری لکھتے ہیں، واضح ہو کہ عروج جسد کا انکار آج کل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو خلا میں مقام رکھا ہے وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لے جانے کی بھی قدرت رکھتا ہے، آج کل نائٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے زور پر آدمی اڑ رہے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بسواری براق ﴿جو برق سے مشتق اور الکٹرسٹی کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے﴾ ملکوت السموٰات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں، میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ ﴿رحمۃ اللعالمین ص ۱:۶۵﴾

⊙...... علامہ ابن قیم لکھتے ہیں، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ اور امام حسن بصری سے مروی ہے، کہ اسریٰ روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے مفقود نہیں ہوا تھا، اسراء روحی اور خواب میں بہت تفاوت ہے، اسراء روحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح

مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی، یہ درجہ اتم و اکمل، اشرف و اعلیٰ ہے، علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسراء بدن و روح کے ساتھ تھا،

﴿زاد المعاد ص ۳۰۰، بحوالہ رحمۃ للعالمین ص ۶۵﴾

چابک قدم بسیط افلاک
والا گہر محیط لولاک
خاکی و بر اوج عرش منزل
امی و کتاب خانہ در دل

معراج رسول کے اسباب:

حضور اکرم ﷺ کو معراج جیسا عظیم الشان معجزہ کیوں عطا ہوا، اس کے کچھ اسباب ہیں، کچھ وجوہ ہیں، انہیں اسباب و وجوہ سے فلسفہ معراج نکھر کر سامنے آتا ہے ۔

صد جلوہ رو بہ رو ہے کہ مژگاں اٹھائیے

⊙...... قرآن پاک نے معراج مصطفےٰ ﷺ کا مقصد وحید بیان کیا ہے، لنریه من ایتنا، تا کہ اس سیر کرنے والے عبد خاص کو اپنی نشانیاں دکھائیں، یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی چشم ناز کے سامنے غیب و شہادت کے دروازے کھول دیئے اور آپ نے ازل و ابد کے جملہ مرحلوں کو مشاہدہ فرمایا، ذرا دیکھئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: وکذلک نری ابراهیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین ○ اور یونہی ہم نے دکھائیں ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی

بادشاہیاں تا کہ وہ حق الیقین والوں میں ہو جائے۔ ﴿سورۃ الانعام: ۷۵﴾ یہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مشاہدے کا کمال ہے کہ وہ زمین پر کھڑے ہو کر عرش علیٰ تک سب ملکوت کو دیکھ رہے ہیں ذرا حضرت حبیب اللہ علیہ السلام کے مشاہدے کا تصور کیجئے جو عرش اعلیٰ پر کھڑے ہیں کہاں تک دیکھ رہے ہوں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں، میں نے پہلوں اور پچھلوں کا علم جان لیا، اور ادھر رب کائنات اعلان فرما رہا ہے: اے محبوب! ہم نے آپ کو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے، اور واقعی آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے ؎

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے وہ نہیں جو تجھ پہ عیاں نہیں

⊙...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمینوں اور آسمانوں کے رسول ہیں، فرمایا: اُرسلت الی الخلق کافۃ، ﴿صحیح مسلم﴾ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، لہٰذا جس طرح آپ نے زمین کو مشرف فرمایا، اس طرح آسمانوں کو بھی مشرف فرمایا، جس طرح کوئی بادشاہ اپنے جس علاقے کا دورہ کرنا چاہے کر سکتا ہے، حضور ارض و سما کے بادشاہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ساری خدائی کا مختار بنایا ہے، آپ کے دو وزیر آسمان پر ہیں اور دو وزیر زمین پر ہیں، جہاں وزارت ہوتی ہے وہاں سلطنت بھی ہوتی ہے، اس لئے معراج کا مقصد اور سبب یہ تھا کہ آپ آسمانی سلطنت کا دورہ فرمائیں اور وہاں کے ماحول کو بھی اپنے رخِ والضحیٰ کی تجلیات سے مالا مال فرمائیں، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عرض گزار ہیں ؎

انت الذی من نورک البدر اکتسیٰ
والشمس مشرقة بنور بهاک

ترجمہ: یارسول اللہ! یہ چاند بھی آپ سے اکتسابِ نور کررہا ہے، اور سورج بھی آپ کے نور سے منور اور روشن ہے۔

⊙...... حضور پرنور ﷺ کا زمانہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے، اس زمانے میں ہزاروں ایجادات و اکتشافات منظر پر آئے، آواز کی رفتار سے زیادہ تیز چلنے والے طیارے اور راکٹ تیار ہونے لگے، اللہ کریم نے اپنے محبوب کی نبوت کو قیامت تک غالب رکھنا تھا اس لئے پہلے ہی اتنی تیز رفتار سواری پر بٹھا کر اتنی بلندی پر پہنچا دیا کہ یہ تیز رفتار طیارے اور راکٹ ان کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے، گویا معراج کے سفر نے بتا دیا ہے کہ نبی کل بھی غالب تھا، نبی آج بھی غالب ہے اور نبی قیامت تک غالب رہے گا، سائنس اور ٹیکنالوجی اپنی تمام تر قوت کے باوجود آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتی، یہ تو اس عالم دنیا کی وسعتوں اور پنہائیوں کے سامنے دم بخود ہے اور اعلان کررہی ہے کہ اگر روشنی کی سپیڈ سے حرکت کرنے والا طیارہ ساری دنیا کا چکر لگانے کیلئے ایک ارب سال تک محو پرواز رہے تو بھی اس کا دائرہ مکمل نہیں کرسکتا، یہ تو حضور محبوب کریم ﷺ کی شان ہے کہ آپ زمان و مکان سے بالاتر ہوگئے اور عرش و کرسی کی سرحدوں کو پھلانگ گئے

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

⊙...... اللہ کریم نے مسلمانوں، ایمان والوں سے سودا فرمایا ہے کہ وہ جانوں اور

مالوں کے بدلے ان کو جنت عطا فرمائے گا، سودا جنس کو دیکھ کر ہوتا ہے، اللہ کریم نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جنت کی سیر کرائی اور عالم بالا کی معراج سے سرفراز فرمایا تا کہ آپ سب کچھ دیکھ کر اپنے غلاموں کو بتا دیں کہ جان اور مال اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو، اس نے تمہارے لئے بڑی بڑی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، اس سے نبوت کی ضرورت واہمیت اجاگر ہوگئی کہ امت کے ایمان کا دارومدار ہی نبوت کی زبان پر اعتماد کرنا ہے، اگر اس پر اعتماد نہیں تو ایمان کی حرارت نہیں ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

⊙...... حضور پرنور ﷺ کو راہ اسلام میں بہت زیادہ مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا، وادی طائف اور سفر قبائل کے ہولناک مناظر آپ کے سامنے ہیں، ابوجہل اور ابولہب جیسے کینہ توز دشمنوں کی ایذا رسانیاں اپنی جگہ انتہائی وحشت آسا واقع ہوئی تھیں، کونسا حربہ ہے جو آپ پر نہ آزمایا گیا تھا، ان مصائب وآلام کا انعام یہی ہونا چاہیے کہ جس محبوب حقیقی کیلئے یہ سب کچھ برداشت کیا گیا، اس کا حسن ازل نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو جائے، حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر زنان مصر کو تمام تکلیف فراموش ہوگئی تو جس محبوب اکرم ﷺ نے فیاض ازل کے جلووں کو دیکھا، اسے زمانے کے مصائب وآلام کی کیا پروا ہو سکتی ہے، اس بزم دنیا کے محدود ماحول میں خدا تعالیٰ کا دیدار ناممکن ہے، آپ کو جنت اور آخرت کے ماحول میں بلا کر اس نعمت بے مثال سے نوازا گیا، راقم نے عرض کیا ہے ؎

نگار قصر دنا سے گزرے، نشان قوسین سے بھی نکلے
میں کیا بتاؤں کہاں تھی منزل، کہاں پہ خیمہ سرا ہوئے تھے
حجاب عظمت بھی بٹ رہے تھے نقاب رحمت بھی چھٹ رہے تھے
نگاہ مازاغ یوں اٹھی تو عیاں جمال خدا ہوئے تھے
وہ ہیں تو ممکن ہی لیکن امکاں کی ساری حدوں سے پار گزرے
وجود کی انتہائی قربت کی لذتوں میں فنا ہوئے تھے

⊙...... واقعہ معراج اس لئے بھی رونما ہوا کہ حضرت کلیم اور حضرت حبیب کے فرق و امتیاز کو واشگاف کر دیا جائے اور حضرت کلیم کی دعا "رب ارنی" کو شرف قبولیت عطا کیا جائے، وہ اس طرح کہ معراج کی رات حضور محمد مصطفےٰ ﷺ جلوۂ خدا کو دیکھتے رہے اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جلوۂ مصطفےٰ کو دیکھتے رہے، ایک عربی شاعر کہتا ہے، لعلی ارھم اواری من راھم، کاش میں اپنے محبوب اور اس کے قبیلے کے حسین لوگوں کو دیکھ لیتا، اگر یہ ممکن نہیں تو ان لوگوں کو دیکھنا پسند کروں گا جنھوں نے محبوب کے رخ تاباں کو دیکھا ہے، یعنی حضرت کلیم علیہ السلام میں بلاواسطہ جلوۂ کبریا کو دیکھنے کی تاب و استعداد نہیں تھی، وہ دیکھنا چاہتے ہیں تو رخ مصطفےٰ کے آئینے میں جلوۂ کبریا کی جھلک دیکھ سکتے ہیں، زبان محبوب کا یہ بھی ارشاد ہے، من رانی فقدراء الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا اور فرمایا میں جمال حق کا آئینہ ہوں

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

⊙...... معراج مصطفیٰ کی ایک حکمت اور سبب یہ بھی تھا کہ تمام بزرگان عالم اور ارکان ممالک پر آپ کا تقدم متحقق ہو جائے، پہلے آپ کو بیت المقدس میں تمام انبیا کرام کا امام بنایا تا کہ آپ کی افضلیت سب پر ظاہر ہو جائے، اس کے بعد بیت المعمور میں تمام فرشتوں کی امامت کرائی تا کہ ان پر بھی افضلیت ثابت ہو جائے اور زمین میں مشرق و مغرب تک تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تا کہ تمام جن و انس پر حاکم اور بادشاہ ہونا روشن ہو جائے، معراج مصطفیٰ ﷺ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضور سید عالم ﷺ کی افضلیت تمام موجودات پر مسلم ہے، معراج سے عقلِ کم نظر کی زبان بھی بند ہو جانی چاہئے جو صرف آپ کو کھاتے ہوئے، پیتے ہوئے، چلتے ہوئے، بیٹھتے ہوئے، دندان شہید کراتے ہوئے اور نکاح فرماتے ہوئے دیکھ کر عام سا بشر ہی قیاس کرتی ہے، معراج میں نورانی تاج پہن کر، ملائکہ کی بارات لے کر، براق پر سوار ہو کر، ہفت اقلیم سے گزر کر، عرش اعظم پر جلوہ فرما ہو کر دکھانا آپ کے بشر بیمثال اور نور باکمال ہونے کی دلیل ہے، راقم نے عرض کیا ہے۔

وہ نور ایسے کہ نوریوں میں مثال ان کی محال دیکھی
بشر بھی ایسے کہ بزم امکاں میں کوئی ان سا بشر نہیں ہے

⊙...... حضور اکرم ﷺ حبیب خدا ہیں اور حبیب کو تمام موجودات کی اطلاع ہونی چاہئے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ شاہان مجازی جب کسی انسان کو اپنی محبت کیلئے مخصوص کرتے ہیں تو اپنے خزانے اور دفینے اسے دکھاتے ہیں اور اسی کے قبضہ تصرف میں دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت کے خزائے دکھائے اور

اپنے اسرار کے دفینے عطا کئے، آپ کو آسمانوں پر لیجایا گیا اور جنت اور دوزخ کی کنجی آپ کی عزت و جلال کی جیب میں رکھی گئی، تا کہ جو شخص آپ کی دولت شفاعت سے مشرف ہو وہ بخت کی فیروز مندی کا مظاہرہ کرے اور جو شخص اس سعادت مندی سے محروم رہے ہرگز فلاح و بہتری کا منہ نہ دیکھے، حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں کیونکہ شریک سے لڑائی ہوتی ہے، آپ تو اللہ تعالیٰ کے حبیب اور محبوب ہیں، حبیب اور محبوب کیلئے مکان و لامکان کا ہر راز کھول دیا گیا ہے، جب اپنا آپ نہیں چھپایا تو اور کونسی چیز ہے جو ذات خدا سے اہم ہو کر پوشیدہ رہ گئی یہاں پر میرا اور تیرا ختم ہے، جہاں اس کی کبریائی ہے وہاں ان کی مصطفائی ہے، یہ حسین منظر معراج کی رات کچھ اس طرح سے اجاگر ہوا کہ ساری تاریخ نبوت میں مثال نہیں ملتی، راقم نے عرض کیا ہے

وصال جاناں کی رات آئی، کمال عرفاں کی بات آئی
تبارک اللہ! یہ رسائی، رسل بھی حیرت زدا ہوئے تھے
بشر بشر کہنے والے حیراں، نبی نبی کہنے والے شاداں
نسیم رحمت نے راز کھولے جو عقل سے ماورا ہوئے تھے

⊙...... اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کیلئے شاہد اور شہید کے نام مبارک استعمال فرمائے ہیں، ان دونوں ناموں کا مطلب ہے گواہ، گواہ وہی کامل اور مکمل ہوگا جو اپنے سر کی آنکھوں سے منظر کو ملاحظہ کرے، آپ خدا کے بھی شاہد ہیں اور خدائی کے بھی شاہد ہیں، اسلئے ضروری تھا کہ آپ کو سرحد عین الیقین اور زیور حق الیقین سے آراستہ کیا جائے، جلالی اور جمالی صفات کے تواتر اور تسلسل سے مزین

اس مقام بلند سے سرفراز کیا جائے جہاں نہ کوئی ملک مقرب جا سکا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل پہنچ سکا ہے، آپ کی معراج کی یہ بھی حکمت ہے کہ آپ ذات الٰہی کے وصال کے آب شیریں سے تشنہ لبوں کو شاد کام کریں اور عالم ملکوت کے عبادت گزاروں کی خدمت و عبادت کو دیکھ کر اپنے متوالوں اور پروانوں کو بھی صراط عبادت پر گامزن کریں، آپ کو اس قید خانہ دنیا سے نکال کر اس بلند مرتبہ مکان پر اس لئے لے جایا جائے کہ آخرت کے لطائف ملاحظہ کریں اور دنیا سے مکمل طور پر دامن سمیٹنے کی تعلیم عام کریں اور فنا ہونے والی چیز پر علیٰ وجہ البصیرت عالم باقی کو ترجیح دینے کی گواہی فراہم کریں، آپ کو بلا واسطہ وحی سے نوازا گیا، قرآن پاک میں ہے: رب تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی فرمائی سو فرمائی، اس وحی خاص سے ذات مصطفےٰ کریم ﷺ کے علاوہ اور کون آگاہ ہے، یہ تو طالب و مطلوب کی وہ رمزیں ہیں جن سے کراماً کاتبین بھی بے خبر ہیں، کوئی اور جانے تو کیا جانے، کوئی اور سمجھے تو کیا سمجھے، پھر حضور اقدس ﷺ کی باطنی استعداد کا تصور کیجئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صفت کا جلوہ دیکھا تو بے ہوش ہو گئے آپ نے عین ذات کا جلوہ دیکھا اور مسکراتے رہے، الغرض معراج رسول ﷺ بے شمار حکمتوں سے لبریز اس سفر محبت کا نام ہے جس کو بیان کرنا فکر محدود کے بس کی بات نہیں ۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
مکان و امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

معراج ____ قرآن پاک کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور سیاح افلاک، تاجدار لولاک ﷺ کی معراج کا ذکر بڑے اہتمام کے ساتھ فرمایا، ارشاد ربانی ہے:

⊙......**سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی الذی برکنا حولہ لنریہ من ایٰتنا انہ ھو السمیع البصیر ○** پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔ ﴿سورۃ بنی اسرائیل:۱﴾

اشارات

⊙......رات کے قلیل ترین حصے میں اتنا عجیب اور عظیم سفر کرنا عادتاً محال دکھائی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس داستان معراج کا آغاز لفظ سبحان سے فرمایا کہ مخلوق کیلئے تو محال ہوسکتا ہے، خالق کیلئے نہیں کیونکہ وہ سبحان ہے، اس عجیب اور عظیم سفر پر قادر نہ ہونا، معذور ہونے کی نشانی ہے اور معذور ہونا عیب ہے، چونکہ خالق سبحان ہے اس لئے ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، امام حاکم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سبحان کا معنیٰ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ہر عیب سے پاک ہونا۔ ﴿المستدرک﴾

⊙...... سفر معراج کو اپنی عقل نارسا کے پیمانوں پر تولنا فضول ہے، کیا اس پر ایمان لانے کیلئے اتنا ہی کافی نہیں کہ معراج کرانے والا سبحان ہے اور معراج

کرنے والا محبوب ذیشان ہے، محرک کی طاقت بھی بے انتہا ہے اور متحرک کی استعداد بھی بیمثال ہے، پھر یہ سفر کیوں واقع نہیں ہوسکتا۔

⊙...... الذی اسم موصول ہے، اسم موصول کے بعد کا جملہ اس کے ماقبل کی پہچان کا ذریعہ اور وسیلہ ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سبحان وہ ہے جس نے اپنے عبد خاص کو سیر و معراج سے مشرف فرمایا تو گویا عبد خاص کو سیر و معراج سے مشرف فرمانا، اس کی سبحانیت کی دلیل بن گیا، اللہ تعالیٰ تو ازلی اور ابدی طور پر سبحان ہے لیکن اس کی سبحانیت کا ظہور اتم اس وقت اجاگر ہوا جب وہ عبد خاص کو اس مختصر عرصے میں فرش سے عرش تک لے گیا اور اسی سرعت سے واپس لے آیا، معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی ذات و صفات کے بغیر کوئی سبحان کی معرفت حاصل کرنا چاہے تو ناممکن ہے، حضور اقدس ﷺ برھانِ ذات بھی ہیں اور دلیل صفات بھی ہیں۔

⊙...... داستان معراج کا آغاز لفظ سبحان سے ہوا اور انجام جملہ ھو السمیع البصیر، سے ہوا، گویا اس سفر کا آغاز اور انجام ذکر خدا سے مزین ہے، اس میں برکتوں اور رحمتوں کا کیا عالم ہوگا، عظمتوں اور رفعتوں کی کیا کیفیت ہوگی۔

⊙...... حضور اقدس ﷺ کے لئے ''بعبدہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا، برسولہ نہیں فرمایا، اس کی حکمت یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو خدا سے خدائی کی طرف آئے اور عبد وہ ہے جو خدائی کی طرف سے خدا کے پاس جائے، چونکہ یہ خدا کے پاس جانے کا وقت تھا اس لئے ''بعبدہ'' کا لفظ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، پھر اتنے بڑے کمال کو دیکھ کر کوئی آپ کو خدا یا ابنِ خدا نہ سمجھے اس لئے فرمایا کہ آپ تمام

تر کمال کے باوجود عبدیت کے مقام پر فائز ہیں، خدا یا ابنِ خدا نہیں، حضرت ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ کسی مومن کیلئے عبدیت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ وصف نہیں،

﴿رسالہ قشیریہ ص ۱۰۰﴾

⊙...... حضور اقدس ﷺ "عبدہ" ہیں، عبد اور عبدہ میں بہت فرق ہے، اقبال کہتے ہیں ۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر

ما سراپا اِنتظار اُو منتظر

⊙...... حضور اقدس ﷺ کیلئے "عبدہ" اور بھی بہت سے مقامات پر استعمال ہوا ہے، یعنی عبد تو دنیا میں لاکھوں ہوں گے، عبد کامل وہ ہے جس کو خود مالک حقیقی کہے کہ یہ میرا بندہ ہے، ذرا قرآن پاک کی ان آیات پر غور کیجئے:

⊙......الحمد لله الذي انزل علیٰ عبده الكتاب ، سب تعریف اللہ کیلئے جس نے اپنے عبد پر کتاب نازل فرمائی،

﴿سورۃ الکہف:۱﴾

⊙......الیس الله بکاف عبدہٗ ،کیا اللہ تعالیٰ اپنے عبد کیلئے کافی نہیں،﴿سورۃ الزمر:۳۶﴾

⊙......فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ، اللہ نے اپنے عبد کی طرف وحی کی سو کی،﴿سورۃ النجم:۱۰﴾

⊙...... جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل فرمایا،

﴿سورۃ الانفال:۴۱﴾

ان آیات میں حضور اقدس ﷺ کی عبدیت خاصہ کا کس قدر ظہور ہے، گویا اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے، اے محبوب تو میرا عبد خاص ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں، فلاوربک، تیرے رب کی قسم، ﴿سورۃ النساء﴾ واذکر ربک کثیرا، اپنے رب کا ذکر کثرت سے کیجئے، ﴿سورۃ آل عمران:۴۱﴾ واذ قال ربک للملائکۃ، جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا، ﴿سورۃ البقرہ:۳۰﴾ کوئی دنیا کی طاقت ہے جو اتنی گہری نسبت اور رابطے اور تعلق کو توڑ سکے، لفظ ''عبد'' آپ کا بہت پسندیدہ ہے، عرض کی مولا مجھے اپنا بندہ بنا لے، ﴿تفسیر کبیر ۲۰:۲۹۲﴾

⊙...... ''عبد'' روح مع الجسد کو کہا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ معراج کا حسین سفر روح اور جسم دونوں کو نصیب ہوا ہے، اسی پر علما کی اکثریت کا اتفاق ہے۔

⊙...... آیت میں لفظ اسریٰ استعمال ہوا جس کا مطلب ہے کسی شخص کو بیداری کی حالت میں رات کے وقت لے جانا، حالت خواب میں لے جانے کیلئے کہیں بھی اسریٰ کا لفظ نہیں بولا گیا، حضرت علامہ قرطبی فرماتے ہیں، اگر یہ واقعہ خواب میں رونما ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا: ''بروح عبدہ، .... پھر جو واقعہ نیند میں رونما ہو، اس کیلئے اسریٰ نہیں کہا جاتا، ﴿الجامع لاحکام القرآن ۱۰:۲۰۹﴾ پھر اس سفر کو سیر و سیاحت سے تعبیر کیا گیا، کیونکہ سیر و سیاحت خوشی اور انبساط کے عالم میں ہوتی ہے، پھر سفر میں ہر چیز کو دیکھنا ضروری نہیں ہوتا جبکہ سیر و سیاحت میں وہ ہر پھول، ہر کلی، ہر روش کی طرف جی بھر کر دیکھتا ہے، پھر سیر و سیاحت کرنے اور کرانے میں بڑا فرق ہے، سیر کرنے والا ہوسکتا ہے کسی چیز کی طرف دھیان نہ دے جبکہ جب اسے سیر کرائی جائے تو ہر خاص و عام چیز کا تعارف کرایا جائے گا تاکہ کوئی چیز پوشیدہ نہ

رہے، جب سیر کرانے والا خدا ہو تو پھر کائنات کا کونسا گوشہ نگاہ مصطفٰے سے پوشیدہ رہا ہوگا۔

⊙...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے فرمایا: ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا، اور جب موسیٰ ہمارے میقات پر آئے، ﴿سورۃ الاعراف:۱۴۳﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے فرمایا: قال انی ذاھب الی ربی، انہوں نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، ﴿سورۃ صفت:۹۹﴾ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خود بارگاہ خدا میں حاضر ہوئے، حضور تاجدار انبیا کو اس فیاض ازل نے خود طلب فرمایا، ان دونوں صورتوں میں بہت بڑا امتیاز ہے۔

طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

⊙...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر و سیاحت کا ذکر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک نص قرآنی سے ثابت ہے لہذا اس کا منکر کافر ہے، آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ، معتمدہ، مشہورہ، سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے، ﴿خزائن العرفان ص ۳۳۹﴾

⊙...... مسجد اقصیٰ کے اردگرد برکتیں ہیں، یہ برکتیں دینی بھی ہیں اور دنیوی بھی ہیں، وہاں انبیا کرام کے مزارات ہیں، وہ سرزمین وحی کی جائے نزول ہے، انبیا کرام کی عبادت گاہ ہے اور جائے قیام ہے اور قبلہ عبادت ہے، انہار اور اشجار کی کثرت سے سرسبز و شاداب ہے، میووں اور پھلوں کی بہتات سے عیش و راحت کا مقام ہے، حدیث پاک ہے وہاں کی نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر

ہے، ﴿فضائل بیت المقدس:۱۰۹﴾

⊙......انہ ھو السمیع البصیر، سے مراد ذات خدا بھی ہے اور مجازی طور پر ذات مصطفیٰ بھی ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ کے دکھانے اور سنانے سے آپ نے اس کی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھا بھی اور سنا بھی، لہذا کوئی مسلمان آپ کی بے مثل سماعت و بصارت کا انکار نہیں کرسکتا۔

⊙...... آیت کریمہ میں لفظ "لیلاً" استعمال ہوا، تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ لیلاً نکرہ ذکر کر کے صراحت کر دی گئی ہے کہ یہ سیر و معراج نہایت ہی مختصر سے وقت میں رونما ہوئی تھی، اگر لیلۃ کا لفظ ہوتا تو مراد تمام رات ہوتی، یہ نکتہ امام نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، ﴿المعراج الکبیر:۹﴾

⊙...... معراج رات کو ہوئی اور وہ بھی زیادہ تر علما کرام کے نزدیک ستائیسویں رات کو ہوئی، نہ سورج چمک رہا تھا اور نہ چاند کی چاندنی جلوہ ریز تھی، خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ میرا محبوب سیر و سیاحت کیلئے مہر و ماہ کے اجالوں کا محتاج نہیں، حضرت امام ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رات میں معراج کی متعدد حکمتیں موجود ہیں، مثلاً، رات تنہائی کا وقت ہے، رات کو دن پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس میں قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، رات پہلے آتی ہے، قرآن کے نزول کی ابتدا بھی رات کو ہوئی، پھر رات کو اس لئے معراج ہوئی کہ ایمان والوں کے ایمان بالغیب میں اضافہ ہو اور کفر والوں کیلئے شدید آزمائش ہو۔

⊙...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا کرام کی حیات مبارکہ میں رات کو بہت زیادہ دخل ہے، آپ رات کو سفر کیا کرتے تھے، فرمایا، فان الارض تطوی

بالیل، رات کو زمین سکڑ جاتی ہے، معجزہ شق القمر رات کو واقع ہوا، سفر ہجرت رات کو شروع ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام جیسے پیغمبروں نے رات کو سفر فرمائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رات کو چاند اور ستاروں کے خدا ہونے کا بطلان پیش کیا۔

⊙...... علما کرام کا فیصلہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حق میں معراج کی رات، قدر والی رات سے بھی افضل ہے کیونکہ آپ کو سب سے بڑی نعمت دیدار خداوندی کا شرف حاصل ہوا اور وصل محبوب حقیقی کی بیمثال لذتیں نصیب ہوئیں، حضرت ابوامامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، **لیلۃ الاسراء افضل من لیلۃ القدر فی حق النبی** ﷺ ﴿وھو بالافق الاعلیٰ ص ۲۷﴾ حضرت امام صالحی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ﴿جواہر البحار ۳: ۴۳۸﴾

سورۃ بنی اسرائیل کے علاوہ سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیات مبارکہ میں بھی حضور اکرم، رسول معظم، پیغمبر اعظم، باعث تخلیق دوعالم ﷺ کی معراج کا عالیشان ذکر موجود ہے، خدا تعالیٰ کتنی محبت و رحمت کے ساتھ ارشاد فرما رہا ہے:

⊙...... **والنجم اذا ھویٰ...... من آیت ربہ الکبریٰ** ○ اس پیارے چمکتے تارے محمد ﷺ کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے، اور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے، انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے، پھر اس جلوہ نے قصد کیا، اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا

پھر خوب اتر آیا، تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو کمانوں کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم، اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی، دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا، تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو، اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس جنت الماویٰ ہے، جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا، آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی، بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں O ﴿سورۃ النجم: ۱ تا ۱۸﴾

اشارات

⊙ ...... ان آیات میں معراج آسمانی کا پر کیف بیان ہے۔

⊙ ...... والنجم سے مراد حضور پر نور ﷺ کی ذات مبارک ہے، یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ﴿معالم التنزیل ۴: ۲۴۴﴾ یہاں معراج سے واپسی کا ذکر روانگی سے پہلے کیوں فرمایا گیا، صوفیہ فرماتے ہیں: لوگ حیران ہیں کہ حضور گئے کس طرح، جبکہ ہم حیران ہیں کہ حضور آئے کس طرح، وصل محبوب حقیقی کی لذتوں سے ہمکنار ہو کر ہم درماندہ انسانوں کے پاس آنا بھی آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے۔

⊙ ...... حضرت امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والنجم سے مراد ذات مصطفےٰ ﷺ ہے تو اسمیں روایت اور درایت کے اعتبار سے کوئی غرابت نہیں کیونکہ تشبیہ کی وجہ بالکل ظاہر ہے۔ ﴿نسیم الریاض ۱: ۳۲۳، روح المعانی ۲۷: ۲۵﴾

⊙ ...... بعض علما کرام کے نزدیک والنجم سے مراد قرآن پاک ہے اور بعض

کے نزدیک وہ ستارے مراد ہیں جو حفاظتِ وحی کے وقت شیطانوں کو مارے جاتے ہیں۔

⊙......صاحبکم سے مراد حضور اکرم ﷺ ہیں، یہاں آپ کا نام مبارک نہیں لیا گیا کیونکہ لوگ آپ کی ذات اور صفات، اقوال اور اعمال سے بہت زیادہ آشنا تھے، انہوں نے کبھی آپ سے کذب بیانی، غلط اندازی اور گمراہی کا صدور نہیں دیکھا تھا، وہ اس طرح کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتے تھے۔ ﴿المعراج الکبیر ص ۲۲﴾

⊙......حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آپ ﷺ تو شروع ہی سے گمراہ نہیں تھے، اب آپ گمراہی سے بچانے والے اور سیدھے راستے پر چلانے والے مرشد برحق اور ہادیِ اعظم ہیں۔ ﴿تفسیر کبیر ۲۷:۲۳۴﴾ حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جب حضور اکرم ﷺ بلوغت اور اعلانِ نبوت سے پہلے بھی گمراہ نہیں ہو سکے اور نہ ہی اپنی خواہش سے بولتے تھے تو اعلانِ نبوت کے بعد ایسا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ ﴿روح المعانی ۲۸:۶۷﴾

⊙......ان ھو الا وحی یوحٰی، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے، یہاں علما کرام کی دو آرا ہیں، اولاً، ھو کا مرجع قرآن ہے، ثانیاً، ھو کا مرجع نطقِ مصطفٰے ہے، دوسری رائے قرآن و حدیث دونوں کو شامل ہے، حدیث پاک ہے کہ، ما یخرج منی الا حقاً، مجھ سے حق کے سوا کچھ بھی صادر نہیں ہوتا۔ ﴿سنن ابی داود﴾

⊙......شدید القویٰ، سخت قوتوں والا، بہت سے مفسرین کرام نے جبریل امین علیہ السلام کو مراد لیا ہے، لیکن حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ذات خداوندی ہے۔ ﴿روح المعانی ۲۷:۴۷﴾

⊙...... مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: وہ قوت شدیدہ کا مالک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے، رازق ہے، صاحب قوت متین ہے، اس پر، علمک مالم تکن تعلم اور، الرحمن علم القرآن، بھی شاہد ہے۔﴿تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن ص ۴۴۵﴾ ذو مرة سے مراد بھی ذات خداوندی ہے۔

⊙...... ثم دنیٰ فتدلیٰ، پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر خوب اتر آیا، بعض مفسرین کے نزدیک یہ ضمیریں حضرت جبریل امین علیہ السلام کی طرف راجع ہیں، بعض کے نزدیک رسول اللہ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ (کا جلوہ) اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، یہی قول زیادہ بہتر ہے، کیونکہ حدیث صحیح سے اس کی صراحت معلوم ہوتی ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> حتیٰ جاء سدرہ المنتھیٰ ودنا الجبار رب العزة فتدلیٰ حتیٰ کان منه قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ اللہ الیه فیما یوحی اللہ، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور رب العزت جبار (اپنی شان کے مطابق) آپ کے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا، یہاں تک کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا، اس سے بھی زیادہ قریب، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی جو وہ وحی فرماتا ہے۔﴿صحیح بخاری ۲: ۱۱۲۰﴾

⊙...... حضرت امام مکی اور حضرت امام موردی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، ھو الرب دنا من محمد فتدلی الیه، وہ رب العزت

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے قریب ہوا اور آپ پر اپنا حکم نازل فرمایا، حضرت نقاش نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے، رب العزت آپ کے قریب ہوا، اور قریب ہوا، اور آپ کو اپنی قدرت اور عظمت سے جو چاہا دکھا دیا،

﴿کتاب الشفاء ۱:۱۲۶﴾

⊙...... حضرت امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوا تو اس کا معنیٰ ہے اس نے آپ کی بہت اچھی ثنا کی، بہت زیادہ انس کا اظہار کیا، وہ آپ سے بہت زیادہ خوش ہوا اور آپ پر بہت زیادہ احسان، اکرام اور انعام فرمایا، اس آیت میں اسی طرح تاویل کی جائے گی جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اللہ تعالیٰ رات کو آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے، اسکی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان نازل ہوتا ہے، علامہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جس نے یہ وہم کیا کہ اللہ تعالیٰ بنفسہ نزدیک ہوا، اس نے اللہ تعالیٰ کیلئے مسافت اور مکان کو تسلیم کیا، مسافت اور مکان کے اعتبار سے اس کیلئے قرب ہے نہ بعد، امام نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب سے مراد حسی قرب ہے، جیسا کہ ذات باری کیلئے جہت جاننے والوں کا وہم ہے، اس سے مراد عظمت، منزلت، تشریف مرتبہ، انوار معرفت کا حصول، غیب وقدرت کے اسرار کا مشاہدہ اور من واکرام کی کثرت ہے۔

﴿المعراج الکبیر ص ۲۹﴾

⊙...... حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، دنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ، یعنی اللہ تعالیٰ (کا جلوہ) قریب ہوا، ﴿الجامع لاحکام القرآن﴾ یہی حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ﴿جامع البیان ۲۷/۶۲﴾

⊙......**فکان قاب قوسین او ادنی**، تو اس جلوے اور محبوب کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم، سیر معراج کی شان کے لائق یہی بیان ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب اقدس ﷺ کا قرب مراد لیا جائے، حضرت جبریل امین علیہ السلام، کا قرب اور وصل تو آپ کو حاصل ہوتا رہتا تھا، اسمیں آپ کا کیا کمال ظاہر ہوگا، حضرت علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت جبریل امین علیہ السلام کا دو کمانوں سے بڑھ کر قریب ہونا حضور اقدس ﷺ کیلئے باعث کمال نہیں کیونکہ آپ ان سے افضل اور اعلیٰ ہیں، آپ نے فرمایا میرے دو وزیر آسمان پر ہیں اور وہ جبریل اور میکائیل ہیں۔ ﴿تفسیری مظہری، پارہ: ۲۷:۱۰۶﴾

⊙...... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مقام قاب قوسین او ادنیٰ میں سر عظیم یہ ہے کہ جب انسان کامل سیر الی اللہ کے تمام ہونے کے بعد سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے تو اخلاق اللہ سے متخلق ہو جاتا ہے اور جب مجمل طور پر اس سیر کو بھی تمام کر لیتا ہے تو اس امر کے لائق ہو جاتا ہے کہ محبوب ظلیت کی آمیزش اور حالیت و محلیت کے وہم کے بغیر اصالت کے طور پر اس میں ظہور فرمائے، چونکہ محبوب کے صفات ذاتیہ اسکی ذات سے الگ نہیں ہیں اس لئے عاشق کی نظروں میں ذات کی ظہور کے ساتھ صفات کا ظہور بھی ہوگا اور دو قوسین یعنی قوس ذات اور قوس صفات حاصل ہو جائیگی، یہ مقام اعلیٰ قاب قوسین ہے جو ظہور اصل کے متعلق ہے جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے عاشق صادق کا تعلق گرفتاری معشوق کی ذات کے ساتھ

یہاں تک ہو جائے کہ اسم صفت سے گزر جائے تو اس وقت اسم وصفت بالکل اس کی نظر سے دور ہو جاتے ہیں اور ذات کے سوا اس کو کچھ ملحوظ و مشہود نہیں ہوتا، اگر چہ صفات موجود ہوں، لیکن اس کو مشہود نہیں ہوتے، تب او ادنیٰ کا سر ظاہر ہوتا ہے، اور قوسین کا کچھ اثر نہیں رہتا، اس مقام اعلیٰ سے جب ہبوط واقع ہو تو قدم اول عالم خلق میں بلکہ عنصر خاک میں آ پڑتا ہے جو باوجود دوری اور مہجوری کے تمام موجودات کی نسبت عالم قدس سے زیادہ قریب ہے عجب معاملہ ہے کہ اگر عروج و صعود کا اعتبار کریں تو عالم امر کو بلکہ عالم امر کے اخفیٰ کو تمام موجودات کی نسبت عالم قدس سے زیادہ قریب معلوم کرتے ہیں اور جب نزول و ہبوط کی طرف نظر کرتے ہیں تو قریب کی دولت عالم خلق بلکہ عنصر خاک کے نصیب جانتے ہیں، ہاں عروج کی جانب میں دائرہ کے نقطہ اول کو ملاحظہ کریں تو جانب عروج میں اس نقطہ سے زیادہ قریب اس دائرہ کا دوسرا نقطہ ہے اور جب ہبوط کی جانب میں ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اس نقطہ اول سے زیادہ قریب دائرہ کا اخیر نقطہ معلوم ہوتا ہے، اس قدر فرق ہے کہ نقطہ دوم عروج میں نقطہ اول سے معرض یعنی روگرداں ہے اور یہ نقطہ اخیر نقطہ اول کی طرف مقبل یعنی متوجہ ہے اور معرض اور مقبل میں بہت فرق ہے کیونکہ نقطہ ثانیہ نقطہ اولیٰ کے ظہورات کی خواہش رکھتا ہے اور نقطہ اخیر ظہورات کی طرف پشت کر کے ظاہر کی ذات کا خواہاں ہے، پھر دونوں کس طرح آپس میں برابر ہو سکتے ہیں۔ ﴿مکتوب ۹۱ دفتر ۲﴾

⦿...... حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے ان آیات کی تفسیر میں جو ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہیں اور یہ معنیٰ کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، یہ احادیث کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات دکھائی اور مشرق کو بھر دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا، لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس واقعہ کی حکایت کا ارادہ کیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث کی مخالفت لازم آئے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی ذات دو مرتبہ دکھائی، اپنے پر پھیلائے اور جانب شرقی کو بھر لیا، لیکن سورۃ النجم کی یہ آیت اس واقعہ کی حکایت کیلئے نہیں ہے۔ ﴿تفسیر کبیر ۷:۷۰۳﴾

⊙ ...... فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ، اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی، اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہاں وحی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے، "الی عبدہ" کے الفاظ بھی اس پر شاہد ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں نا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے، یہ معنیٰ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارک میں موجود ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسلاف کے اکثر مفسرین کا یہی نظریہ ہے، ﴿فتح الباری ۸:۴۹۶﴾ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ معراج کی رات حضور اکرم ﷺ کو اپنے پروردگار کے ساتھ شرف کلام حاصل ہوا، اس پر تمام علمائے اہل سنت کا اجماع ہے، یاد رہے کہ اگر اوحیٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو پھر باقی آیات میں دنا فتدلی وغیرہ کا فاعل بھی وہی ہے تا کہ ضمائر کا انتشار لازم نہ آئے۔

⊙ ...... صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ففرض علی خمسین صلاۃ فی کل

یوم ولیلۃ، پس اس نے مجھ پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کر دیں، یہ روایت بھی بتا رہی ہے کہ تمام ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجح ہیں کیونکہ نمازیں فرض کرنا اس کا کام ہے نا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام کا۔

⊙ ...... ما کذب الفواد مارٰی، دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا، ہمارے ہاں اکثر یہ ہوتا ہے کہ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے دل اسکی تصدیق نہیں کرتا، چاندنی رات میں آدمی دوڑنے تو آنکھ دیکھتی ہے کہ چاند بھی اس کے ساتھ دوڑ رہا ہے لیکن دل اس کی تصدیق نہیں کرتا، محبوب اقدس کا معاملہ کتنا بلند ہے کہ آپ کی آنکھ جلوہ کبریا کو مشاہدہ کر رہی تھی اور دل تصدیق کر رہا تھا کہ واقعی ایسا ہے، اس مشاہدہ حسن ذات کو دل کی خیال آرائی اور آنکھ کی خود فریبی نہیں سمجھنا چاہئے، بالیقین آپ اس دولت بیدار سے مشرف ہوئے ہیں۔

⊙ ...... حضور نبی کریم ﷺ نے کس کا مشاہدہ کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت جبریل علیہ السلام کا مشاہدہ کیا جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو امامہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ یہاں ذات خدا کا مشاہدہ کیا، یہی حضرت حسن بصری اور امام احمد سے منقول ہے، امت کے کثیر علما کا اسی پر اتفاق ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اکثر علما کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج حضور اقدس ﷺ نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا، ﴿الدیباج ۱:۲۲۷﴾ امام نووی نے بھی یہی لکھا ہے۔ ﴿شرح مسلم ۱:۹۷﴾

⊙ ...... افتمارونہ علیٰ مایریٰ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر

جھگڑتے ہو، یہاں مخالفین معراج کی مذمت ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب کے کمالات اور مشاہدات کو کیوں جھٹلاتے ہو، اللہ تعالیٰ خود اس محبوب کو دکھانے والا ہے اور تصدیق فرمانے والا ہے۔

⊙...... ولقد راہ نزلۃ اخریٰ، اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا، یعنی یہ مشاہدہ ایک بار ہوتا تو تم اسے واہمہ سمجھ لیتے، ان کا دوسری بار مشاہدہ کرنا، اس مشاہدے کی حقیقت پر دلالت کر رہا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رای محمد ﷺ ربہ مرتین، حضرت محمد مصطفیٰ کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

⊙...... عند سدرۃ المنتھی، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، یہ دوسری دفعہ دیکھنے کا ذکر ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، یہ مقام کہاں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے ساتوں آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا، اور پھر سدرۃ المنتہیٰ پر جا پہنچے، حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت شیخ خلیل کا قول ہے، سدرہ ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور اس نے تمام آسمانوں اور جنت پر اپنا سایہ دراز کر رکھا ہے۔ ﴿شرح مسلم ۱:۹۷﴾

⊙...... عند ھا جنۃ الماویٰ، اس کے پاس جنت ماویٰ ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ شہیدوں کی ارواح کا ٹھکانہ ہے۔

⊙...... جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا، یہاں ان تجلیات کی طرف اشارہ ہے جو سدرہ پر جلوہ انداز ہیں، در منثور میں ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ ہم تیرے محبوب ﷺ کا دیدار کرنا چاہتے ہیں، انہیں اجازت مل گئی تو وہ

سدرہ پر اکٹھے ہو گئے تاکہ دیدار محبوب سے شاد کام ہو جائیں، سدرہ پر فرشتوں کا اتنا ہجوم ہے کہ ہر پتے پر ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کی مدحت سرائی میں مصروف ہے، اس نورانی مخلوق کے اژدحام کی وجہ سے وہاں اتنی نورانیت ہے کہ کسی میں دیکھنے کی تاب نہیں، یہ تو بصارت مصطفےٰ کا کمال ہے جو غیب وشہود کے ایسے مناظر کو بھی ملاحظہ فرما لیتی ہے۔

⊙...... ما زاغ البصر وما طغیٰ، آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی، تفسیر مظہری میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی چشم نازنین ادھر اور ادھر نہ پھری کہ دیکھنے میں کمی رہ جائے، آپ نے اس کو برقرار رکھا، پھر اس نے محبوب کے علاوہ کسی اور طرف تجاوز نہ کیا، یہاں آپؐ کے مکمل استغراق اور کامل مشاہدے کی طرف کنایہ ہے اور ماسوی اللہ سے مکمل استغنا کی جانب اشارہ ہے۔

⊙...... بے شک اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے آیات کو دیکھا، ذات کو نہیں، حضرت علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں، آپؐ کے دیکھنے سے ذات ہی مقصود ہے کیونکہ آیات، ذات کیلئے آئینہ ہوتی ہیں، جب آپ نے آیات کو دیکھا تو آپ کی نگاہ بلند ہمت ان سے گزر کر ذات تک جا پہنچی اور جب ذات کا مشاہدہ کیا تو پھر نگاہ نے کسی اور کو دیکھنا گوارا نہ کیا، ﴿تفسیر مظہری﴾

⊙...... علامہ سلیمان ندوی لکھتے ہیں، پھر شاہد مستور ازل نے چہرے سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز ونیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ﴿سیرت النبی جلد ۳﴾

معراج ـــــ حدیث پاک کی روشنی میں:

معراج مصطفےٰ کا عظیم الشان واقعہ تیس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہے، لیکن کسی ایک روایت میں بھی اسے مفصل طور پر بیان نہیں کیا گیا، کسی روایت میں مسجد اقصیٰ میں جانے کا ذکر نہیں، کسی میں شق صدر کا ذکر نہیں، کسی میں براق کا ذکر نہیں، کسی میں قبر کلیم کا ذکر نہیں، کسی میں برزخ کے حالات کا ذکر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے متعدد صحابہ کرام کے سامنے ان کی استعداد کے مطابق واقعہ بیان کیا یعنی جس کو مناسب سمجھا، اس کے سامنے اتنا حصہ بیان کر دیا، ذیل میں جملہ روایات کی روشنی میں واقعہ معراج کو مربوط کر کے بیان کیا جاتا ہے تا کہ اس نورانی سفر کا ایک ایک پہلو نکھر کر سامنے آ جائے۔

﴿1﴾

معراج کہاں سے شروع ہوئی، اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم، حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نیند اور بیداری کے عالم میں حطیم کعبہ میں جلوہ افروز تھے کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا سینہ اقدس گلے سے لے کر ناف تک چاک کیا جبکہ حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم کبیر میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، حضور اقدس ﷺ نماز عشا کے بعد ان کے گھر محو استراحت تھے تو آپ کو معراج کرائی گئی، ان روایات میں اسطرح سے ارتباط قائم ہو سکتا ہے کہ آپ پہلے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر موجود تھے، اور بعد میں اٹھ

کر حطیم کعبہ میں تشریف لے گئے ، اس لئے روایات میں دونوں مقامات کا ذکر آ گیا ہے، بعض روایات میں ہے کہ آپ اپنے گھر سے معراج پر رخصت ہوئے ، تو اس کا معنیٰ یہ بنتا ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ کی چچازاد بہن تھیں، لہٰذا آپ نے ان کے گھر کو اپنا ہی گھر قرار دیا، امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ان تمام روایات میں تطبیق اسطرح ہے کہ حضرت ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں تھا، آپ نے تعلق خاطر کی بنا پر اس گھر کو اپنا قرار دیا اور وہاں آرام فرما ہو گئے ، اس گھر کی چھت چاک کی گئی اور فرشتہ اتر گیا اور پھر آپ کو وہاں سے مسجد حرام میں لے گیا، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے اور آپ کو اونگھ آ گئی، (یعنی نیند اور بیداری کی کیفیت میں چلے گئے اور پھر آپ کو براق پر سوار کرایا، اس روایت سے بھی اس تطبیق کی تائید ہوتی ہے ، ﴿فتح الباری، ۷: ۲۰۴﴾ فرشتے نے گھر کی چھت کیوں چاک کی، اس میں یہ حکمت ہے کہ فرشتہ اپنے وجود کو سمیٹ کر اور اپنی ہستی کو مٹا کر اس محبوب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرے ، یہ بھی روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اندر اتر کر آپ کے قدم مقدس کو بوسہ دیا جس کی فوری ٹھنڈک سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم نازنین کھل گئی، آپ نے اس انداز سے آنے کا مدعا پوچھا تو عرض کیا، بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

......﴿2﴾......

حضرت امام بخاری نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معراج کی رات میں حطیم کعبہ میں لیٹا ہوا تھا، ایک فرشتے نے آ کر میرا سینہ چاک کیا، پھر میرے دل کو نکال کر سونے کے طشت

میں رکھا جو ایمان سے لبریز تھا، پھر میرے دل کو آب زم زم سے غسل دیا گیا، پھر اس کو ایمان اور حکمت سے سرشار کیا گیا اور اسکی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ ﴿صحیح بخاری ۱:۴۵۵﴾ حضرت قاضی عیاض مالکی نے یہ روایت بھی لکھی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے قلب مبارک کو غسل دے کر کہا، یہ قلب سدید ہے اس کی دو آنکھیں ہیں جو ﴿ساری کائنات کو﴾ دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو ﴿ساری کائنات کی آوازوں کو﴾ سنتے ہیں، ﴿فتح الباری ۱۳: ۴۸، بحوالہ کتاب الشفاء﴾ معراج کے آغاز پر شق صدر کی یہ حکمت کارفرما تھی کہ آپ میں معراج کے حیرت ناک واقعات، برزخ کے عجائبات اور اللہ تعالیٰ کی روشن آیات دیکھنے کی استعداد پیدا ہو جائے، بعض علما کرام نے لکھا ہے کہ پہلی بار آپ کا شق صدر ہوا تا کہ آپ کے دل میں علم الیقین کی استعداد حاصل ہو اور دوسری بار اس لئے شق صدر ہوا تا کہ آپ کے دل میں عین الیقین کی استعداد حاصل ہو اور تیسری بار اسلئے شق صدر ہوا تا کہ آپ کے دل میں حق الیقین کی استعداد حاصل ہو۔ ﴿شرح صحیح مسلم ۱: ۷۰۴﴾ آپ کے قلب منیر کو آب زم زم سے اس لئے غسل دیا گیا کہ اس پانی کو آپ کے وجود مقدس سے بھی نسبت حاصل ہو جائے، پھر ظاہری مسجد کی حاضری ہو تو ظاہر بدن کو غسل دیا جاتا ہے، باطنی مسجد اور بارگاہِ ربوبیت میں حاضری کیلئے آپ ﷺ کے باطنی بدن کو غسل دیا گیا، امام ابن ابی جمرہ لکھتے ہیں کہ قلب انور پہلے ہی مقدس و مطہر تھا یہ سارا کچھ نور علیٰ نور کی خاطر تھا، جیسے وضو والا نماز کیلئے تازہ وضو کر لیتا ہے کہ میں نے بارگاہ خداوندی میں حاضری دینی ہے۔ ﴿بحوالہ معراج حبیب خدا: ۱۱۱﴾ آپ کا قلب باہر نکالا گیا تو آپ پھر بھی زندہ رہے، یہاں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی حیات قلب کی دھڑکنوں

کی محتاج نہیں ہے بلکہ آکسیجن کی بھی محتاج نہیں کیونکہ سائنس کے مطابق ہوا زمین سے اوپر صرف دو سو میل تک آپ تو لاکھوں میل اوپر چلے گئے، یہ چاند، یہ سورج، یہ سیارے، یہ لوح، یہ قلم، یہ کرسی، یہ عرش غرضیکہ ساری کائنات نیچے رہ گئی، آپ نے وصال کے روزے رکھے تو گویا آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں، لامکان کی رسائی حاصل کی تو گویا آپ مکان کے محتاج نہیں، گردش لیل ونہار سے گزرے تو گویا آپ وقت کے محتاج نہیں، ہر چیز اپنے وجود میں آپ کے وسیلے کی محتاج ہے، آپ صرف رب تعالیٰ کے فضل واحسان کے محتاج ہیں۔

......﴿3﴾......

حضرت امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، معراج کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا، اس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین کسی ہوئی تھی، اس نے آپ کے سامنے ﴿اپنی قسمت پر نازاں ہو کر﴾ شوخی کا اظہار کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا، تم حضرت محمد مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو، ان سے زیادہ عزت والا سوار تمہارے اوپر سوار نہیں ہوا، یہ سن کر براق ٹھہر گیا اور ﴿ہیبت مصطفےٰ سے﴾ اس کا بدن پسینے سے شرابور ہو گیا، ﴿جامع ترمذی: ۴۴۸﴾ حضرت امام بخاری نے انہی سے روایت کی ہے کہ براق خچر سے چھوٹا اور دراز گوش سے بڑا تھا، اس کا رنگ سفید تھا۔ ﴿صحیح بخاری ۱:۵۴۹﴾ حضرت امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ خچر کے مشابہ تھا اور اس کے کان اوپر کو اٹھے ہوئے تھے، یہ براق تھا، پہلے انبیا بھی ایسے جانور پر سوار ہوا کرتے تھے، اس کی نظر

کی انتہا پر اس کا قدم پڑتا تھا۔

﴿4﴾

حضرت امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں معراج کی رات کثیب احمر کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار پر سے گزرا تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔ ﴿صحیح مسلم ۲: ۲۶۸﴾ اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیا اپنے مزارات میں زندہ ہوتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی وسعت نگاہ کا علم حاصل ہوا کہ آپ زمین کی تہوں سے بھی باخبر ہیں، اس قدر سرعت رفتار کے باوجود اتنی گہرائی سے چیزوں کا مطالعہ کرنا آپ کا معجزہ ہے، حضرت امام بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں براق پر سواری کر رہا تھا کہ دائیں طرف سے کسی نے آواز دی، اے محمد! میں آپ سے سوال کرتا ہوں، مجھے دیکھو، پھر آواز آئی، میں آپ سے سوال کرتا ہوں، مجھے دیکھو مگر میں نے کوئی جواب نہ دیا، پھر یہ آواز بائیں طرف سے آئی تو میں نے پھر بھی جواب نہ دیا، اس سیر کے دوران ایک خوبصورت عورت دیکھی جو بازو کھول کر کھڑی تھی، اس نے بھی یہی کہا، اے محمد! میں آپ سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو، میں نے اس کی طرف بھی نہ دیکھا اور نہ وہاں ٹھہرا، ﴿ایک روایت میں ہے کہ راستے میں ایک مخلوق سے ملاقات ہوئی جس نے عرض کیا، السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر، السلام علیک یا حاشر﴾ یہاں تک کہ ہم بیت المقدس پہنچ گئے اور اس حلقے کے ساتھ اپنی سواری باندھ دی جہاں انبیا کرام اپنی سواریاں باندھتے تھے، حضرت

جبریل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا اور شراب کو چھوڑ دیا، انہوں نے کہا، آپ نے فطرت کو حاصل کر لیا، میں نے کہا، اللہ اکبر، اللہ اکبر، پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ نے راستے میں کیا دیکھا تھا، میں نے اس شخص اور عورت کے متعلق بتایا تو انہوں نے کہا کہ دائیں جانب سے بلانے والا شخص یہودی تھا، اگر آپ اس کی آواز پر جواب دیتے اور ٹھہر جاتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، بائیں جانب سے بلانے والا شخص نصرانی تھا، اگر آپ اسکی آواز پر جواب دیتے اور ٹھہر جاتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی، خوبصورت عورت دراصل دنیا تھی، اگر آپ اس کی آواز پر جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگتی۔ ﴿دلائل النبوۃ ۲: ۳۹۰﴾ اور سلام کرنے والے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

......﴿5﴾......

حضرت امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم چلتے ہوئے ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن کاٹ لیتی تھی، جس قدر وہ فصل کاٹتی تھی، اتنی فصل اور بڑھ جاتی تھی، میں نے پوچھا کہ اے جبریل! یہ کونسی قوم ہے، انہوں نے کہا، یہ راہ خدا میں ہجرت کرنے والے لوگ ہیں، ان کی نیکیوں کو سات سو گنا زیادہ کر دیا گیا ہے، پھر ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا تھا، سر دوبارہ درست ہو جاتے تو ان کو مہلت بھی نہ ملتی کہ ان کو پھر کچل دیا جاتا تھا، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کونسی قوم ہے، انہوں نے کہا، یہ وہ لوگ ہیں جن

کے سر نماز کے وقت وزنی ہو جاتے تھے، پھر ہم ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے، جن کے آگے اور پیچھے کپڑوں کے ٹکڑے تھے اور وہ کانٹے دار درخت زقوم کو جانوروں کی طرح کاٹ رہے تھے، نیز دوزخ کے پتھر اور انگارے نگل رہے تھے، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کونسی قوم ہے، انہوں نے کہا، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال و اسباب سے زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا اور نہ ہی وہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر ہم ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو پاکیزہ گوشت کو چھوڑ کر خبیث گوشت کو کھا رہے تھے، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کونسی قوم ہے، انہوں نے کہا، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی حلال اور پاکیزہ بیوی کو چھوڑ کر بدکار عورت کے پاس رات گزارتے تھے، پھر ہم نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے جو ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم ہر راستے پر نہ بیٹھو کہ لوگوں کو ڈراؤ، میں نے پوچھا، یہ کیا چیز ہے، انہوں نے کہا، یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روکتے ہیں، پھر وہ ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچے جس نے لکڑیوں کا ایک گھٹا جمع کیا ہوا ہے، وہ اسے تو اٹھا نہیں سکتا مگر اس میں مزید لکڑیوں کو ڈالنا چاہتا ہے، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون شخص ہے، انہوں نے کہا، یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جو لوگوں کی امانتیں اکٹھی کر کے ادا نہیں کرتا تھا مگر مزید جمع کر لیتا تھا، پھر ہم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جا رہے تھے، وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے تو ابھی مہلت نہ ملتی تھی کہ پھر کاٹ دیئے جاتے تھے، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کونسی قوم ہے، انہوں

نے کہا، یہ آپ کی امت کے فتنہ باز خطیب ہیں، پھر ہم ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس پہنچے جس کے سوراخ سے ایک بڑا سا بیل نکل رہا تھا، وہ بیل دوبارہ اسی سوراخ میں داخل ہونا چاہتا تو داخل نہ ہوسکتا تھا، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کیسا منظر ہے، انہوں نے کہا، یہ اس آدمی کی مثال ہے جو بڑا بول بولتا ہے مگر بعد میں نادم ہو کر اسے واپس نہیں لے سکتا، پھر ہمارا گزر ایسی وادی سے ہوا، جہاں سے بہت ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آرہی تھی اور آواز سنائی دے رہی تھی، میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا، یہ جنت کی آواز ہے جو پکار رہی ہے، اے اللہ! مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرما اور مجھے میرے حقدار عطا فرما، میری خوشبو، ریشم، سندس، استبرق، موتی، مرجان، مونگے، سونا، چاندی، کوزے کٹورے، شہد، دودھ اور شراب جیسی نعمتیں بہت ہی زیادہ ہوچکی ہیں، لہذا تو اپنا وعدہ پورا فرما اور مجھے میرے حقدار عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تیرے لئے ہر مسلمان مرد اور عورت ہے، ہر مومن مرد اور عورت ہے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور میرے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہرائے، جو مجھ سے ڈریں گے تو میں ان کو پناہ دوں گا، جو مجھ سے سوال کریں گے تو میں ان کو عطا کروں گا، جو مجھ کو قرض دیں گے تو میں ان کو جزا دوں گا، جو مجھ پر توکل کریں گے تو میں ان کیلئے کافی ہوں گا، میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں وعدے کے خلاف نہیں کرتا، اس پر جنت نے کہا، میں راضی ہوگئی، پھر ہم ایک ایسی وادی کے پاس پہنچے جہاں سے بہت بری اور خوفناک آواز آرہی تھی، میں نے پوچھا، یہ کیسی آواز ہے، انہوں نے کہا، یہ دوزخ کی آواز ہے جو پکار رہی ہے، اے اللہ!

مجھے میرے حقدار عطا فرما جن کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، میرے طوق، زنجیریں، شعلے، گرمی، تھور، لہو، پیپ اور دیگر عذاب کے اسباب بہت ہی زیادہ ہو چکے ہیں، میری گہرائی بہت ہی زیادہ ہے اور آگ بہت ہی تیز ہے لہذا مجھے میرے حقدار عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تیرے لئے ہر کافر، مشرک اور خبیث مرد اور عورت ہے، اس پر دوزخ نے کہا کہ میں راضی ہوگئی، پھر ہم بیت المقدس پر آئے، ایک پتھر کے ساتھ سواری باندھی، پھر اندر داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون ہیں، انہوں نے کہا، یہ محمد رسول اللہ ہیں اور آخری نبی ہیں، انہوں نے پوچھا، کیا انہیں بلایا گیا ہے، انہوں نے کہا، ہاں، پھر انہوں نے کہا، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی اور خلیفہ کو سلامت رکھے، وہ کیا ہی اچھے بھائی اور خلیفہ ہیں، ان کو خوش آمدید ہو، پھر انبیا کرام کی ارواح سے ملاقات ہوئی، ﴿اکثر روایات میں صرف انبیا کرام کے الفاظ وارد ہیں، یعنی وہ جسمانی اور روحانی طور پر حاضر ہوئے﴾ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ثنا کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

⊙...... تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور مجھے ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری اطاعت کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اسکو میرے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا، پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے مجھے ملک عطا فرمایا اور مجھ پر زبور نازل فرمائی اور میرے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور میرے لئے پرندوں

اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور مجھے حکمت بخشی اور فیصلے کی قوت عطا کی،
پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے
میرے لئے ہواؤں، جنوں، انسانوں اور شیطانوں کو مسخر کیا، جو
عمارتیں اور مجسمے تیار کرتے تھے اور مجھے پرندوں کی زبان سکھائی اور
ہر چیز کا علم عطا کیا، میرے لئے تانبے کا چشمہ پیدا کیا اور مجھے بہت
ہی بڑا ملک عطا فرمایا جو میرے بعد کسی اور کے مقدر میں نہیں ہوگا، پھر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے مجھے
تورات اور انجیل کا علم دیا، مجھے اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفا
دینے والا بنایا، میں اس کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا کرتا ہوں، مجھے
آسمان پر اٹھایا اور مجھے کافروں سے نجات بخشی، مجھے اور میری والدہ کو
شیطان مردود سے محفوظ رکھا کہ شیطان کا ان پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا،
پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے
مجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام انسانوں کے لئے بشیر
اور نذیر بنایا، مجھ پر قرآن پاک نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان
ہے، میری امت کو تمام امتوں کا سردار بنایا اور اسے امت وسط قرار
دیا اور اسے اول اور آخر بنایا اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے بوجھ اتار
دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا۔

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فرمایا، اے گروہ انبیا! ان تمام
فضائل کی وجہ سے حضرت محمد مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم تمام پر بزرگی عنایت کی گئی ہے،

﴿دلائل النبوۃ ۲: ۳۹۷﴾ حضرت امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت المقدس میں میرے لئے تمام انبیا کرام کو اکٹھا کیا گیا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے ان کی امامت کیلئے آگے کیا اور میں نے تمام انبیا کرام کو نماز پڑھائی، ﴿سنن نسائی ۱: ۷۷﴾ اس طویل ترین روایت میں بہت سے نکات موجود ہیں، مثلاً:

⊙...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا کرام کے سردار ہیں اور تمام مرسلین کے تاجدار ہیں۔

⊙...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر معراج کی محفل سجانا انبیا اور ملائکہ کی سنت ہے۔

⊙...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہان غیب کے واقعات کو ملاحظہ فرمایا۔

⊙...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا کرام سے زیادہ حسین اور عالم ہیں اور خوش لباس ہیں اور بلند مرتبہ ہیں اور اعلیٰ نسب ہیں، اسی لئے مصلیٰ امامت کے حقدار ہوئے۔

⊙...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار سوال کرنا عدم علم کی دلیل نہیں، بہت سے معاملات میں خود خدا تعالیٰ نے بھی سوال فرمایا۔

مثلاً اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے یا اے حبیب! ملا اعلیٰ کے فرشتے کیوں بحث کرر ہے ہیں، اسکی بہت سی مثالیں ہیں، یہاں حضرت جبریل علیہ السلام کو شرف گفتگو سے نوازا جارہا تھا اور سفر معراج کو خوشگوار بنایا جارہا تھا۔

⊙...... کن اعمال کی وجہ سے پکڑ ہوگی، ان کی تفصیل موجود ہے لہذا ہر مسلمان کو ان سے اجتناب کرنا چاہئے اور ہر کام کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو تلاش کرنا چاہئے۔

⊙...... ایک روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں صخرہ کے قریب کچھ خواتین نے

آپ کی زیارت کی، انہوں نے بتایا کہ وہ حورانِ بہشت ہیں، پاکباز لوگوں کی بیویاں ہیں، جو استقامت والے ہیں، وہ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ ﴿رواہ ابن ابی حاتم﴾

......﴿6﴾......

حضرت امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیت المقدس میں سیڑھی لائی گئی، جس سے اولادِ آدم کی روحیں اوپر جاتی ہیں، تمام مخلوق نے اس سے زیادہ خوبصورت سیڑھی نہیں دیکھی ہو گی، میں اور حضرت جبریل علیہ السلام اوپر چڑھے تو اسماعیل فرشتہ ملا جو کو آسمانِ دنیا کا انچارج ہے، اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ہمراہ ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرت امام بخاری نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ﴿بیت المقدس سے﴾ چلے تو آسمانِ دنیا پر پہنچے، حضرت جبریل نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، آگے سے آواز آئی، کون ہے، انہوں نے جواب دیا، جبریل، پھر پوچھا گیا، آپ کے ساتھ کون ہے، انہوں نے جواب دیا محمد مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا، کیا وہ بلائے گئے ہیں، انہوں نے جواب دیا، ہاں، پھر کہا گیا کہ انہیں خوش آمدید ہو، ان کا تشریف لانا تو بہت مبارک ہے، پھر دروازہ کھول دیا گیا، وہاں مجھ سے حضرت آدم علیہ السلام ملے، جبریل نے کہا، یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، آپ انہیں سلام کیجئے، میں نے سلام کیا تو

انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا، خوش آمدید ہو نیک بیٹے اور صالح نبی کو، پھر ہم اوپر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچ گئے، ﴿وہاں بھی وہی سوال و جواب ہوئے﴾ وہاں مجھے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملنے کا موقع ملا، وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں، جبریل نے کہا، یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں، آپ ان دونوں کو سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا، خوش آمدید ہو نیک بھائی اور صالح نبی کو، پھر جبریل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے ﴿وہاں بھی سوال و جواب ہوئے﴾ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جبریل نے کہا، یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، آپ انہیں سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں سلام کا جواب دے کر کہا، خوش آمدید ہو نیک بھائی اور صالح نبی کو، پھر وہ مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے، ﴿وہاں بھی وہی سوال و جواب ہوئے﴾ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جبریل نے کہا، یہ حضرت ادریس ہیں، آپ انہیں سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا، خوش آمدید ہو نیک بھائی اور صالح نبی کو، پھر وہ مجھے پانچویں آسمان پر لے گئے، ﴿وہاں بھی وہی سوال و جواب ہوئے﴾ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جبریل نے کہا، یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کیجئے، میں نے سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا خوش آمدید ہو، نیک بھائی اور صالح نبی کو، پھر وہ مجھے چھٹے آسمان پر لے گئے ﴿وہاں بھی وہی سوال و جواب ہوئے﴾ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے، جبریل نے کہا، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ انہیں سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا، خوش

آمدید ہو نیک بھائی اور صالح نبی کو، پھر میں جب آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں رونے لگے ہیں، انہوں نے کہا، میرے بعد ایک مقدس نوجوان مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے، پھر وہ مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے، ﴿وہاں بھی وہی سوال وجواب ہوئے﴾ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جبریل نے کہا، یہ آپ کے باپ ابراہیم ہیں، آپ انہیں سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا، خوش آمدید ہو نیک بیٹے اور صالح نبی کو، ﴿صحیح بخاری ۱: ۵۴۸﴾

حضرت امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، بیت المعمور وہ مقام ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں لیکن پھر کبھی انہیں یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی۔ ﴿صحیح مسلم ۱: ۹۱﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی امت کو سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر جیسے مبارک کلمات پڑھنے کی تلقین بھی فرمائی، یہ ان کی امتِ محمدیہ پر کمال درجے کی شفقت اور رحمت ہے، امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ساتویں آسمان کی چھت پر چلے تو ایک خوبصورت نہر آگئی جس پر یاقوت اور زبرجد کے برتن اور سبز رنگ کے حسین پرندے تھے، میں نے پوچھا، یہ پرندے بہت خوبصورت ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا، ان کا تناول کرنا اس سے کہیں لذیذ ہے، پھر انہوں نے بتایا کہ یہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر

ی ہے، اس کے برتن سونے اور چاندی کے ﴿بھی﴾ تھے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے، میں نے پانی پیا تو وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار معلوم ہوا، حضرت نبی کریم ﷺ نے انبیا کرام کے شمائل بھی بیان کئے ہیں، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد قبیلہ شنوہ کے لوگوں کی طرح لمبا تھا، رنگ گندم گوں تھا اور بال پیچدار تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قد متوسط اور بال سیدھے تھے، رنگ سرخ وسفید تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نبی کریم ﷺ کے ہم شکل تھے، حضرت جبریل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کے مشابہ تھے۔ ﴿صحیح مسلم﴾

......﴿7﴾......

حضرت امام بخاری نے حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھایا گیا، اس شجر سدرہ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح ہیں، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند ہیں، حضرت جبریل نے کہا، یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے، وہاں سے چار نہریں خارج ہوتی ہیں، دو پوشیدہ اور دو ہویدہ ہیں، میں نے پوچھا، اے جبریل ان نہروں کا تعارف کیا ہے، انہوں نے کہا، دو پوشیدہ نہریں تو جنت میں جاری ہیں اور دو ہویدہ نہریں نیل اور فرات ہیں، پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، اس کے بعد ایک برتن شراب کا، ایک برتن دودھ کا، اور ایک برتن شہد کا پیش کیا گیا، میں نے دودھ کو پسند کر لیا تو انہوں نے کہا، یہی فطرت ہے، آپ بھی اور آپ کی امت بھی اسی پر قائم رہے گی۔ ﴿صحیح بخاری: ۵۴۹﴾ حضرت امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ڈھانپ لیا سدرہ کو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے جس نے ڈھانپ لیا، ﴿ایک روایت میں ہے، یعنی سونے کے پروانوں نے۔ ﴿مسلم شریف﴾ تو وہ اتنا خوبصورت دکھائی دیا کہ مخلوق میں کوئی بھی اس کی خوبصورتی کو بیان نہیں کرسکتا، ﴿صحیح مسلم ۱:۹۱﴾ حضرت امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سدرہ کا ہر ورق امت کو ڈھانپنے والا ہے، وہاں سلسبیل نامی چشمہ جاری تھا، جس سے دو نہریں نکلتی ہیں، ایک نہر کوثر ہے اور دوسری نہر رحمت ہے، میں نے وہاں غسل کیا تو میرے اگلے پچھلے تمام معاملات پہلے سے بہتر ہو گئے، پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا، وہاں ایک خاتون ملی، پوچھا، یہ کون ہے تو بتایا گیا کہ یہ زید بن حارثہ کی خادمہ ہے، وہاں پانی کی نہریں تھیں، کچھ دودھ کی جن کا ذائقہ بدل نہیں سکتا، کچھ شراب کی نہریں تھیں جو پینے والوں کو لذت بخشتی ہیں، کچھ شہد کی نہریں تھیں، جو نہایت مصفی تھا، وہاں کے انار ڈھول کی طرح تھے، اور پرندے طویل گردن والے تھے، فرمایا یہ سامان اللہ تعالیٰ نے اپنے صالح بندوں کیلئے تیار کر رکھا ہے جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور کسی کان نے نہ سنا اور اس کا خیال بھی کسی دل میں نہیں سمایا، پھر دوزخ کو میرے سامنے لایا گیا، وہاں اللہ تعالیٰ کا غضب اور ناراضگی کا ظہور تھا، اس میں پتھر اور لوہا ڈالا جا رہا تھا تو وہ سب کو ہڑپ کر رہی تھی، پھر اس کا دروازہ بند کر دیا گیا پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا، ﴿دلائل النبوۃ﴾

﴿8﴾

سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے، حضرت امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، ھو مقام جبرائیل، وہ حضرت جبریل علیہ السلام کا مقام ہے، جب حضور سیاح لامکان ﷺ نے

عرش اعظم کی طرف عروج فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام وہاں ٹھہر گئے اور آگے نہ جانے کی وجہ یہ بیان کی ''لو دنوت انملة لا حترقت، اگر میں ایک پور کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا، ﴿روح البیان ۹:۲۲۴﴾ حضرت امام نظام الدین نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، سدرۃ المنتہیٰ وہ مقام ہے جس سے آگے ﴿نچلے﴾ فرشتوں کا گزر نہیں اور نہ کسی کو ﴿کما حقہ﴾ معلوم ہے کہ اس کے ماورا کیا ہے، شہدا کی روحیں بھی یہاں تک جاتی ہیں، بے شک حضرت جبریل علیہ السلام یہاں پہنچ کر پیچھے رہ گئے اور کہا، اگر میں ایک پور کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا، ﴿تفسیر نیشا پوری ۲۷:۳۰﴾ حضرت امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے، ﴿شرح الشفا ۴:۳۱۰﴾ بقول سعدیؔ ۔

بگفتا فراتر مجالم نماند

بماندم کہ نیروے بالم نماند

اگر یک سر موئے برتر پرم

فروغ تجلی بسوزد پرم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے مجھے رفرف پر سوار کرایا اور مجھے چھوڑ دیا، ﴿الشفا ۱:۱۲۶﴾ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اولاد آدم کے اعمال سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر رک جاتے ہیں، یہ روحوں کی جائے قرار ہے، یہ اوپر سے آنے والی چیزوں اور نیچے سے اوپر جانے والی چیزوں کے درمیان انتہا ہے۔ یہاں حضرت جبریل علیہ السلام کا قیام ہے اور یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم براق سے اتر گئے اور آپ کیلئے ﴿سبز رنگ کا﴾ رفرف لایا گیا، رفرف کے ساتھ اور فرشتہ تھا، ﴿جس کا تعلق سدرہ سے اگلے جہان

کے ساتھ تھا[1] حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس فرشتے کے سپرد کیا تو آپ نے
انہیں بھی چلنے کیلئے فرمایا تا کہ ان کی وجہ سے انسیت برقرار رہے، انہوں نے کہا
میں اس پر قادر نہیں، اگر میں نے ایک قدم بھی اٹھایا تو جل جاؤں گا، ہم فرشتوں
کی ایک مخصوص قرار گاہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نشانیاں دکھانے کیلئے
معراج سے مشرف فرمایا ہے، لہذا آپ اپنے اس مقصد سے غافل نہ ہوں، پھر
انہوں نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہو گئے یہاں تک
کہ مقام استوا پر پہنچے، اس مقام بلند پر اقلام قدرت کے چلنے کی آواز سماعت
فرمائی، وہ اقلام اللہ تعالیٰ کے احکام کو لکھ رہی تھیں جو وہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری
فرماتا ہے، صحیح مسلم شریف میں اتنی تفصیل موجود نہیں ہے، وہاں صرف اتنا رقم ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرج بی حتیٰ ظهرت لمستوی اسمع فیه
صریف الا قلام، مجھے معراج کرائی گئی یہاں تک کہ میں نے قلموں کی آواز
سنی، شارح مسلم امام محمد ابی مالکی وشتانی مقام استوا کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ وہ
مقام ہے جہاں تک کسی کی رسائی نہیں، ﴿اکمال ۱:۵۲۱﴾ حضرت امام عبدالوہاب
شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، پھر حضور اکرم ﷺ نور میں تیزی کے ساتھ دوڑنے لگے
کہ فرشتہ آپ سے پیچھے رہ گیا، آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہ دیکھا تو پریشان
ہوئے، نہ فرشتہ تھا اور نہ رفرف، آپ کے ہر طرف نور ہی نور تھا، آپ نے کیف

ا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ کو سدرہ پر لے جایا گیا جو چھٹے آسمان پر ہے
﴿یعنی اسکی جڑ چھٹے آسمان پر ہے﴾ زمین سے اوپر جانے والی چیزیں اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں وہاں آکر
رک جاتی ہیں، پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے، ﴿مسلم کتاب الایمان﴾

میں جھومتے ہوئے دیدار خدا کی اجازت طلب کی تا کہ حضور قدس میں داخل ہوں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز کی طرح آواز سنائی دی، قف یا محمد فان ربک یصلی، اے محمد! ٹھہریئے، آپ کا پروردگار صلوٰۃ پڑھ رہا ہے، آپ حیران ہوئے کہ کیا میرا پروردگار نماز پڑھ رہا ہے، آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر یہ آیت پڑھی گئی، ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہٗ، وہ تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور فرشتے بھی تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں، پھر آپ کے ذہن میں آیا کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد درود ہے، پھر آپ حضور ناز میں داخل ہوئے اور آپ پر وحی کی گئی جو کی گئی اور آپ نے وہ جلوہ دیکھا جو کوئی اور نہیں دیکھ سکتا۔ ﴿الیواقیت والجواہر ۲: ۳۸﴾ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں، حضوری کا وقت آیا اور آپ آخر تک پہنچ گئے اور انقطاعِ تام ہو گیا، ہنوز ستر نورانی حجاب ایسے تھے کہ ایک حجاب دوسرے حجاب کے ہم مثل نہ تھا، ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو برس کی راہ تھی، جیسا کہ روایت میں آیا ہے، ابھی ان کا طے کرنا باقی تھا، چنانچہ آپ نے ان سب کو حق تعالیٰ کی امداد سے قطع کیا، اس وقت خاص قسم کی حیرت اور دہشت پیش آئی، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں ندا دی گئی، اے محمد ٹھہریئے، آپ اس وحشت سے نکلے تو ندا آئی، ادن یا خیر البریۃ، ادن یا احمد، ادن یا محمد، اے ساری مخلوق سے افضل قریب آیئے، اے احمد قریب آیئے، اے محمد قریب آیئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا قریب ہوئے، فکان قاب قوسین او ادنیٰ ﴿مدارج النبوۃ ۱: ۳۰۵﴾

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، معراج کے فوائد میں

سے ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو مقامات پر موجود ہو سکتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے پہلے آسمان پر اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی نیک اولاد میں دیکھا، پھر آپ نے حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیا کرام علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا حالانکہ وہ زمین پر اپنی قبروں میں موجود تھے، کیونکہ مطلقاً فرمایا، میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا، یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ میں نے آدم کی روح کو دیکھا یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا، جب آپ آسمان میں لوٹ کر حضرت موسیٰ کے پاس آئے تو اس وقت وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے، جو شخص اسکا قائل نہیں کہ ایک جسم ایک آن میں دو مقامات پر موجود ہو سکتا ہے، وہ اس حدیث پر ایمان کیسے لائے گا، سو اگر تم ایماندار ہو تو اس کو تسلیم کر لو، پھر تمہارے لئے یہ تاویل کرنا بھی جائز نہیں کہ قبر میں اور تھے اور آسمانوں میں ان کے غیر تھے، آپ نے واضح فرمایا ہے کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا ہے، اور باقی انبیا کرام کے متعلق بھی ایسے ہی فرمایا کہ میں نے ان کو دیکھا اگر آپ نے ان کے غیر کو دیکھا تھا تو یہ فرمان غلط ثابت ہوگا ﴿معاذ اللہ﴾ ﴿الیواقیت والجواہر ۲: ۳۰﴾ یہی امام بیہقی لکھتے ہیں کہ ان کا مختلف وقتوں میں مختلف مقامات پر پایا جانا جائز ہے جیسا کہ حضور مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے۔

﴿دلائل النبوۃ ۲: ۳۸۸﴾

......﴿9﴾......

حضرت امام بخاری نے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور جبار رب العزت ﴿کا جلوہ﴾ قریب ہوا پھر اور زیادہ

قریب ہوا، یہاں تک کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ قریب، ﴿صحیح بخاری ۲: ۱۱۲۰﴾ اس روایت میں انتہائی اختصار ہے، مثلاً ایک شخص لاہور سے کراچی تک سفر کرتا ہے تو وہ جب اختصار کے ساتھ بیان کرے گا تو یہی کہے گا کہ میں لاہور سے چلا یہاں تک کہ کراچی پہنچ گیا، اس مختصر بیان کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے لاہور اور کراچی کے درمیان آنے والے جملہ مقامات کا انکار کر دیا ہے، جب وہ کبھی اپنے سفر کی تفصیلی روئداد بیان کرے گا تو ان مقامات کا بھی ذکر کرے گا، کسی شے کا ذکر نہ کرنا اسکے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتا، باقی روایات یا علما اور محدثین کی تصریحات میں آپ کے سفر معراج کی روئداد بیان کی گئی ہے اس میں رفرف کا ذکر ہے، حجابات عظمت کا ذکر ہے، عرش معلیٰ پر ورودِ اجلال کا ذکر ہے، دیدار خداوندی کے بے کیف نظاروں کا ذکر ہے، لہٰذا ان حقائق کا انکار ہرگز مناسب نہیں، حضرت امام عبدالوہاب شعرانی کے بیان حق ترجمان میں بھی جو سدرۃ المنتہیٰ کے آگے ایک نورانی جہان کا ذکر ہے اور دیدار خداوندی کا ذکر ہے تو اس میں بھی اختصار ہے، اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ آپ عرش معلیٰ پر جلوہ فرما نہیں ہوئے، عرش معلیٰ پر جانے کی نشاندہی ان روایات و بیانات سے ہوتی ہے:

⊙...... حضرت امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو المخارق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معراج کی رات میرا گزر ایسے شخص پر ہوا جو عرش کے نور میں ڈوبا ہوا تھا، میں نے پوچھا، کیا یہ فرشتہ ہے یا کوئی نبی ہے، جواب آیا نہیں، یہ وہ شخص ہے جس کی زبان

ذکر خدا سے سرشار رہتی اور دل مسجد میں کھویا رہتا، اس نے اپنے والدین
کو بھی کوئی دکھ نہیں پہنچایا۔﴿در منثور ا:۳۶۲﴾

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ روایت مرسل ہے تو جواباً عرض ہے کہ ائمہ فقہ کے نزدیک روایت مرسل مقبول ہے اور پھر یہ فضائل میں مروی ہے لہذا اس میں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے، پھر یہ بھی اعتراض ہوسکتا ہے کہ عرش معلیٰ تک کسی کی رسائی ممکن نہیں تو یہ بلند مقام انسان کون تھا اور وہاں تک کیسے پہنچ گیا، جواباً عرض ہے کہ حضور سیاح لامکان ﷺ گردش لیل ونہار اور کشاکش زمان ومکان سے ماورا چلے گئے تو ہوسکتا ہے کہ وہاں آخرت کے احوال میں سے کوئی حال دکھایا گیا ہو، کیونکہ صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے کہ قیامت کے دن سات آدمیوں کو عرش اعظم کا سایہ نصیب ہوگا، ان میں سے ایک وہ ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے، پھر آپ کے علاوہ وہاں جسمانی طور پر کوئی نہیں جاسکتا تو ہوسکتا ہے یہ نورِ عرش میں ڈوبا ہوا کوئی انسان اپنی روحانی یا مثالی شکل میں موجود ہو۔

⊙...... قرآن اور حدیثِ صحیح میں جو، دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ، کا ذکر ہوا ہے، وہ جلوہ قریب ہوا، پس اور قریب ہوا تو دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اور زیادہ قریب، اس مقام کے بارے میں حضرت امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بعض نے کہا کہ معراج جنت تک ہوئی، بعض نے کہا کہ عرش تک ہوئی اور بعض نے کہا کہ عرش کے اوپر تک ہوئی اور یہی، دنلی فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ، کا مقام ہے،﴿الروض الاظہر ص ۳۲۳﴾ حضرت امام ابو اسحاق محمد ابراہیم شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ معراج عرش

کے اوپر تک اور بعض نے کہا ہے کہ طرفِ عالم تک ہوئی، ﴿السراج الوہاج ص ۲۸۰﴾ حضرت امام تفتازانی نے بھی بعض علما کے حوالے سے لکھا ہے کہ معراج عرش یا عرش کے اوپر یا طرفِ عالم تک ہوئی۔ ﴿شرح عقائد نسفی: ۱۵﴾ حضرت امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، احادیثِ معراج میں یہ بھی ہے کہ سدرہ پر حضرت جبریل نے رفرف کی سواری پیش کی تو آپ اس پر سوار ہوئے، پھر وہ آپ کو عرشِ اعظم تک لے گئی۔ ﴿نسیم الریاض ۲: ۳۱۰﴾ حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے کہ معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رفرف حاضر ہوا، آپ اس پر بیٹھے یہاں تک رب العزت کا قرب خاص نصیب ہوا، ﴿ظاہر ہے جو فوق العرش تک جانے کی دلیل ہے﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، **فارقنی جبریل وانقطعت عنی الاصوات وسمعت کلام ربی**، حضرت جبریل تو جدا ہو گئے تھے اور مجھ سے تمام آوازیں منقطع ہو چکی تھیں، ﴿یعنی سکوت ہی سکوت تھا﴾ اور میں نے اپنے پروردگار کا کلام سنا، ﴿الجامع لاحکام القرآن ۱۷: ۸۸﴾ یہ حدیث حضرت امام عیاض مالکی نے الشفا میں اور حضرت امام ابی دشتانی نے اکمال شرح مسلم میں بیان فرمائی ہے، حضرت امام نووی نے بھی المنہاج میں اسے بیان کیا ہے، حضرت امام برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، سدرہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نے ڈھانپ لیا تو اس نور میں مستویٰ کا مقام آیا جس پر آپ نے اقلام قدرت کی آواز سنی اور پھر عرشِ اعظم پر تشریف فرما ہوئے، ﴿انسان العیون ۱: ۴۰۳﴾ حضرت امام ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی منتقیٰ فی شرف المصطفیٰ میں صراحت سے لکھا ہے کہ معراج کا دسواں مرحلہ عرشِ اعظم پر قیام ہے، حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا ہے کہ، دنا ربہ فتدلی آپ کا پروردگار قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، ﴿جامع البیان ۲۷: ۶۰﴾ حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح تفسیر نقل کی ہے، ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنا فتدلی الی ربہ عز وجل، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کے قریب ہوئے اور زیادہ قریب ہوئے، ﴿درمنثور ۷: ۶۴۵﴾ حضرت امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل ہے، اقترب من ربہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کے اسقدر قریب ہوئے کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے کم، ﴿درمنثور ۷: ۶۴۶﴾ حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی روایت نقل کی ہے، ﴿جامع البیان ۳: ۶۲﴾ علامہ ابن قیم الجوزیہ نے بھی لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب جیسا کہ حدیث شریک میں وارد ہے وہ زمین پر نہیں عرش کے اوپر نصیب ہوا، ﴿مدارج السالکین ۳: ۳۳۶﴾ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم تو آپ پر وحی فرمائی گئی جو فرمائی گئی، ﴿زاد المعاد ۲: ۴۷﴾ شیخ عبداللہ بن محمد نجدی نے بھی یہی لکھا ہے، ﴿مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۴۵﴾ حضرت امام زرقانی تدلیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں، حدیث شریک میں جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذکر ہے تو یہ قرب فوق العرش نصیب ہوا، ﴿زرقانی علی المواہب ۸: ۲۰۸﴾ حضرت امام علی القاری نے بھی فرمایا ہے، دنا فتدلی کا مقام فوق العرش ہے، ﴿منح الروض الازہر ص ۳۲۳﴾ حضرت شیخ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعض احادیث کے بیان کے بعد لکھا

ہے کہ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے عرش معلیٰ پر جانے کا ذکر فرمایا، یہاں تک کہ فرمایا، رب العزت ﴿کا جلوہ﴾ قریب ہوا، یہ صحیح بخاری میں ہے، ﴿فتاویٰ عزیزی ۲: ۵۸﴾ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، آپ کی معراج کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے ساتوں آسمانوں کو عبور کیا اور قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر پہنچے جہاں نہ کوئی نبی مرسل جا سکا ہے اور نہ کوئی ملک مقرب پہنچ سکا ہے، ﴿خصائص کبریٰ ۲: ۳۱۵﴾ حضرت امام یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں، آپ وہاں تک گئے جہاں نہ کوئی نبی مرسل پہنچا ہے اور نہ کوئی ملک مقرب جا سکا ہے، ﴿سبل الھدیٰ﴾ حضرت امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آپ سدرہ سے گزر کر عرش پر پہنچے اور پھر وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لے گئے، ﴿شرح بدالامالی: ۷۱﴾ حضرت امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، آپ سدرہ سے گزر کر مقامِ قرب پر پہنچے جو تمام اولین اور آخرین سے آگے ہے، ﴿مواہب لدنیہ﴾ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آپ عرش و کرسی اور زمان و مکان سے آگے نکل گئے، ﴿مکتوبات﴾ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آپ وہاں تک چلے گئے جہاں کوئی جگہ ہی نہیں، ﴿اشعۃ اللمعات ۴: ۵۳۸﴾ ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امت کے کثیر علما کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نکل گئے، پھر مقام مستویٰ سے گزر کر دنا فتدلی کے مقام پر پہنچ گئے، جو عرش اعظم کے اوپر ہے، حضرت امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کہتا ہے کہ آپ نے جنت، عرش، حجاب، لوح اور قلم وغیرہ کا مشاہدہ نہیں کیا وہ معتزلی ہے۔

دیدارِ خدا کا اِنعام:

امت کی غالب اکثریت کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے معراج کے دوران اپنے خدا تعالیٰ کا دیدار فرمایا، چند احادیثِ مبارکہ اور علما کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے:

⊙...... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا: رَایت نوراً، میں نے نور ہی نور دیکھا، ﴿صحیح مسلم ۲:۹۹﴾

⊙...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، راہ بقلبہ، حضور اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا ہے، ﴿صحیح مسلم ۲:۹۹ جامع ترمذی ص ۴۷۲﴾

⊙...... انہی سے روایت ہے، راہ بفوادہ مرتین، آپ ﷺ نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا، ﴿ایضاً﴾

⊙...... حضرت عکرمہ نے ان سے پوچھا کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں، ﴿یہ قرآن کی آیت ہے﴾ انہوں نے فرمایا، ویحک اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ وقدرای محمدربہ مرتین، تجھ پر افسوس یہ اس وقت ہے جب وہ اپنے نور خاص سے تجلی فرمائے اور بیشک حضرت محمد مصطفےٰ کریم ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے، ﴿جامع ترمذی ص ۴۷۱﴾

⊙...... آیت کریمہ ہے، بے شک اس نے اس کو دوسری بار دیکھا،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت مروی ہے، قد راہ النبی ﷺ، بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، یہ حدیث حسن ہے، ﴿ایضاً ص۲۷۴﴾

⊙...... حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو حضرت محمد مصطفیٰ کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمادیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اُس کو دو بار دیکھا، ﴿جامع ترمذی ص۴۷۱﴾

⊙...... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، رایت ربی تبارک و تعالیٰ، میں نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے، ﴿مسند احمد ۱: ۲۸۵﴾

⊙...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کیا تم تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے خلت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے کلام ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ کریم ﷺ کیلئے دیدار ہے، یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے اگرچہ انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا، ﴿المستدرک ۱: ۶۵﴾

⊙......انہی سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، رایت ربی عزوجل، میں نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے، اس کو امام احمد نے روایت کیا اور اس کے تمام رجال صحیح ہیں، ﴿مجمع الزوائد ۱: ۷۸﴾

⊙......انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا

دو بار دیدار کیا، ایک بار آنکھ سے اور ایک بار دل سے، اسے امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور اس کے تمام رجال صحیح ہیں سوائے جھور بن منصور کوفی کے اور اسے بھی امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے،

﴿ایضاً ۱: ۷۹﴾

حضور اقدس ﷺ نے رب تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں دیکھا، اس بارے میں اختلاف ہے، لیکن زیادہ تر صحابہ اور علما کا قول ہے کہ رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، آیا حضرت محمد مصطفیٰ کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، انہوں نے کہا، ہاں، علامہ نووی نے کہا یہ اکثر علما کا قول ہے، امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے، حضرت امام نسائی اور حضرت امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کیا تم تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے کلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیلئے دیدار ہو، حضرت امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ انہی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو ایک بار آنکھ سے اور ایک بار دل سے دیکھا، جن احادیث میں آیا ہے کہ آپ نے دل سے دیکھا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دل سے اللہ تعالیٰ کو جانا، آپ کو علم تو پہلے بھی تھا، اس سے مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رویت کو اس طرح پیدا کر دیا جس طرح وہ آنکھ میں پیدا کرتا ہے، عقلاً رویت آنکھ

دے، اگرچہ آنکھ میں رویت کو پیدا کرنا اسکی عادت جاری ہے، حضرت امام ابن خزیمہ نے قوی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، خلال نے کتاب السنہ میں امام مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، ان کے اس انکار کا کیا جواب ہے، انہوں نے فرمایا، ان کا جواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، آپ کا قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بڑا ہے، نقاش نے ان سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی اس حدیث کا قائل ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بار بار کہتے رہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، دیکھا ہے، دیکھا ہے، یہاں تک کہ آپ کا سانس پھول گیا، ﴿زرقانی علی المواہب ۶: ۱۱۶﴾ حضرت امام ابن کثیر نے کچھ مزید روایات کا ذکر کیا ہے، محمد بن کعب سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا' یارسول اللہ! کیا آپ نے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا، میں نے اپنے دل سے دو بار دیکھا ہے، امام ابن جریر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے اپنے رب تعالیٰ کو دل سے دو بار دیکھا ہے، پھر یہ آیت پڑھی، ثم دنی فتدلی، ﴿تفسیر ابن کثیر ۶: ۴۴۷﴾ ابن کثیر دل سے دیکھنے کے قائل ہیں لیکن جمہور علما کا مذہب ہے کہ سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ یہ ہے کہ وہ رویت علی وجہ الاحاطہ کی نفی کرتی ہیں، ﴿شرح مسلم سعیدی ۱: ۷۰۷﴾ حضرت

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا اختلاف ہے، وہ ان سے زیادہ عالم نہیں ہیں، پھر حضرت ابن عباس کی روایات رویت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ کی روایات نفی کرتی ہیں، جب مثبت اور منفی روایات میں تعارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے، حاصلِ بحث یہ کہ اکثر علما کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے، ﴿شرح مسلم نووی ۱: ۹۷﴾ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اکثر علما کے نزدیک راجح ہے کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے اور اس چیز کا اثبات حضور اکرم ﷺ سے سماع کے بغیر نہیں ہوسکتا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو نفی فرمائی تو انہوں نے کسی حدیث کی وجہ سے نہیں فرمائی، ان کا استدلال قرآن پاک کی آیات سے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک میں احاطے کی نفی ہے تو اس سے بغیر احاطے کے رویت کی نفی کب لازم آتی ہے، ﴿الدیباج ۱: ۲۲۷﴾ حضرت امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اگر یہ اعتراض ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیدار کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اثبات کرتے ہیں تو موافقت کیسے ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویتِ بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رویتِ قلبی کو ثابت کرتے ہیں، ﴿گویا رویت قلبی کے دونوں قائل ہوئے﴾ امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں دیدار باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا،

ایک بار آنکھوں سے اور ایک بار دل کی آنکھوں سے، ﴿عمدۃ القاری ۱۹:۱۹۹﴾ حضرت امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشہور روایت یہی مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، یہ روایت متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور یہ اس روایت کے منافی نہیں جس میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو دل سے دیکھا ہے، قرآن پاک میں بھی ہے، ماکذب الفواد مارای........ مازاغ البصر وما طغی، آپ کی آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی، آپ کی نظر ایک طرف نہ ہٹی اور نہ حد سے بڑھی، امام حاکم، امام نسائی، اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کے ساتھ خاص کیا تو یہاں مراد رویت بصری ہے نا کہ رویت قلبی، کیونکہ رویت قلبی تو ہر نبی کو حاصل ہے، ﴿نسیم الریاض ۲:۲۸۷﴾ امام اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، ﴿روح البیان ۹:۲۲۲﴾ شیخ عبداللہ بن محمد نجدی لکھتے ہیں، چونکہ ابن عباس کے قول میں اثبات ہے اس لئے اکثر اہل سنت اسکو ترجیح دیتے ہیں، ﴿مختصر سیرۃ الرسول ص ۳۵۸﴾ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کی رات رویتِ باری سے مشرف ہوئے جو ظلال کے پردوں سے دور بلکہ بہت ہی دور تھی اور ظلیت کے شائبہ اور آمیزش سے پاک تھی تو ان کے حق میں غیب رویت سے کامل کب رہ گیا، غیب پر اکتفا تو صرف ظلیت کو رفع کرنے کیلئے تھا اور جب ظلیت رفع ہوگئی اور عین حضوری میسر آگئی تو غیب کی کیا ضرورت رہ

گئی، یہ وہ متاع عزیز ہے جو صرف سید الکونین ﷺ کیلئے مخصوص ہے اور آپ کے کامل اطاعت گزاروں کو وراثت کے طور پر کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ ﴿مکتوب ۸ دفتر سوم﴾ معراج کی رات آپ ﷺ کے جسم اور روح دونوں کو معراج ہوئی لہذا دیدار الٰہی بھی بصارت اور بصیرت دونوں کو نصیب ہوا، جنت اور مافوق العرش کا معاملہ عالم آخرت سے تعلق رکھتا ہے لہذا وہاں رویت باری کا نصیب ہونا کسی اشکال کو جنم نہیں دیتا، علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم دولت سے سرفراز کیا، پس آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، دیکھا، جس طرح امام احمد نے فرمایا، یہ دیدار ایسے تھا جیسے حبیب اپنے حبیب کو دیکھتا ہے، نہ وہ آنکھیں بند کرتا ہے اور نہ ٹک ٹکی باندھ کر دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان، مازاغ البصر وما طغیٰ، کا یہی مفہوم ہے، ﴿فیض الباری شرح البخاری﴾ یہاں ایک اور استحالہ جنم لیتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، حضور اقدس ﷺ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کو دیکھا تھا کیونکہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ 'ولقد راہ بالافق المبین' اور 'ولقد راہ نزلۃ اخریٰ' سے کون مراد ہے تو آپ نے فرمایا، وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، یہ روایت صحیح مسلم میں موجود ہے، جواباً عرض ہے کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات بالکل درست ہے اور حضور اقدس ﷺ کا فرمان بالکل برحق ہے، آپ ﷺ نے افق مبین میں حضرت جبریل علیہ السلام کو ہی دیکھا تھا، لیکن معراج کی رات 'وھو بالافق الاعلیٰ' کی بات ہو رہی ہے، افق مبین اور افق اعلیٰ میں فرق ہے، افق مبین کا ذکر سورۃ التکویر میں ہے جہاں

حضرت جبریل علیہ السلام کا تذکرہ ہے، جبکہ افق اعلیٰ کا ذکر سورۃ النجم میں ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے قرب خاص کی داستان ہے، پھر آسمان اور زمین کے افق کو افق مبین کہا جاسکتا ہے لیکن افقِ اعلیٰ وہی ہوگا جو تمام آفاق اور افلاک سے بلند تر ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تک رسائی نصیب ہوئی اور آپ نے اپنے رب تعالیٰ کے جلوۂ لاریب کو مشاہدہ فرمایا، یہی امت کی غالب ترین اکثریت کا نظریہ ہے۔

میانِ طالب ومطلوب رمزیست:

حریمِ ناز میں محبوبِ ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوئے تو طالب اور مطلوب کے درمیان کیا گفتگو جاری ہوئی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے محبوب! مانگئے، آپ نے عرض کیا، اے پروردگار! تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور ان کو عظیم سلطنت عطا فرمائی، تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام عطا کیا، تو نے حضرت داؤد علیہ السلام کو عظیم مملکت عطا فرمائی اور ان کیلئے لوہے کو نرم کیا اور پہاڑوں کو مسخر کیا، تو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم سے نوازا اور ان کیلئے جنوں، انسانوں، پہاڑوں، شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر فرمایا، ایسی عظیم مملکت ان کے بعد کسی کو میسر نہیں، تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور انجیل کا علم دیا، انہیں مادر زاد اندھوں اور برص کے بیماروں کو شفا دینے والا اور مردوں کو زندہ کرنے والا بنایا، تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے محفوظ رکھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے محبوب! میں نے تمہیں اپنا حبیب بنایا جیسا کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ میرا حبیب ہوگا اور تمہیں تمام انسانوں کیلئے بشیر اور نذیر بنایا، تمہارا سینہ کشادہ کیا اور تم سے بوجھ اتار دیا اور تمہارا ذکر بلند کر دیا، تو جہاں بھی میرا ذکر ہوتا

ہے وہاں تمہارا ذکر بھی ہوتا ہے، تمہاری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا اور اسے امت وسط قرار دیا اور اسکو اول اور آخر بنایا، تمہاری امت کے بعض لوگوں کے دل کتابِ حکمت سے معمور کیئے گئے، ان کا کوئی خطبہ درست نہیں ہوگا جب تک وہ تمہارے عبد خاص اور رسولِ خاص ہونے کی گواہی نہ دیں گے، میں نے تمہیں خلقت میں افضل، تمام انبیا میں اول اور بعثت میں آخر بنایا اور تمہیں سبع مثانی اور سورۃ البقرہ کی آیات عرش کے خزانے سے عنایت فرمائیں، جو تم سے پہلے کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہوئی تھیں، پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میرے پروردگار نے مجھے فضیلت عطا کی اور تمام جہانوں کیلئے رحمت بنایا، تمام انسانوں کیلئے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک مہینے کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کیلئے حلال نہیں تھا، تمام زمین کو میرے لئے مسجد اور تیمّم کا ذریعہ بنا دیا، مجھے کلام کے ابتدائیے، خاتمے اور جوامع عطا کئے، مجھ پر تمام امت کو پیش کیا کہ امت کا کوئی فرد مجھ سے پوشیدہ نہیں خواہ وہ تابع ہو یا متبوع ہو۔ ﴿دلائل النبوۃ ۲:۴۰۲، مجمع الزوائد ۲:۴۰۳﴾

حضرت شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا حضور خاص میں میرے رب تعالیٰ نے مجھ سے کچھ دریافت کیا تو مجھ میں اتنی تاب نہیں تھی کہ میں جواب دے سکتا، اس وقت اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان بے کیف و حد بڑھایا تو میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ گنجینہ میں محسوس کیا، اس وقت مجھے اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا، اور طرح طرح کے علوم تعلیم فرمائے جن میں ایک علم ایسا ہے جس کے ظاہر نہ کرنے کا عہد مجھ سے

لیا گیا، ہر کوئی اس کے برداشت کی طاقت بھی نہیں رکھتا، بجز میرے ایک علم ایسا ہے جس کے ظاہر کرنے اور چھپانے کا مجھے اختیار دیا گیا اور ایک علم ایسا ہے جس کو اپنی امت کے ہر خاص و عام میں تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا، میں نے پوچھا، اے باری تعالیٰ! میں نے ابو بکر صدیق کی آواز سنی تھی، وہ کہاں سے آئے، تیری نماز کا کیا مفہوم ہے، فرمایا، میں نماز گزارنے سے بے نیاز ہوں، میں تو یہ فرماتا ہوں، **سبحانی سبقت رحمتی علیٰ غضبی**، مجھے پاکی ہے، میری رحمت، میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے، پھر اس آیت کو تلاوت کیجئے، **ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہٗ** .... خدا وہ ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لائے، تو میری صلوٰۃ تم پر اور تمہاری امت پر ہے، اب رہا تمہارے رفیق ابو بکر صدیق کی آواز سنوانا تو یہ انسیت کیلئے ہے تاکہ تم انس گیر ہو کر اس پر ہیبت مقام میں اپنے حال پر آسکو، اے محمد! جب ہم نے چاہا کہ ہم تمہارے بھائی موسیٰ سے ہمکلام ہوں تو ان پر ایک عظیم ہیبت طاری ہو گئی تھی، اس وقت ہم نے ان سے پوچھا، **وما تلک بیمینک یاموسیٰ** ، اے موسیٰ وہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے، موسیٰ کو عصا کے ذکر سے انسیت ہوئی اور وہ اپنے حال پر آگئے، اس لئے تمہارے لئے تمہارے رفیق ابو بکر صدیق کی آواز پیدا فرمائی کیونکہ تم اور ابو بکر ایک ہی طینت پر پیدا کئے گئے ہو، وہ تمہارا دنیا اور آخرت میں انیس ہے، لہذا میں نے ایک فرشتے کو ان کی صورت پر پیدا کیا کہ وہ ان کی مشابہ آواز میں ندا کرے تاکہ تم سے وحشت جاتی رہے، اس کے بعد حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا، جبریل کی وہ حاجت

جس کے بارے میں اس نے تم سے عرض کیا تھا' وہ کیا ہے، میں نے عرض کیا، خداوند! تو اسے خوب جانتا ہے، فرمان باری ہوا، میں نے اس حاجت کو قبول فرمایا لیکن ان لوگوں کے حق میں جو تمہیں چاہتے ہیں، تمہیں دوست رکھتے ہیں اور تمہاری صحبت میں رہتے ہیں، پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میرے لئے سبز رنگ کا رفرف بچھایا گیا جس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا، اس سے میری آنکھوں کا نور چمکنے لگا، مجھے اس رفرف[1] پر بٹھایا گیا تو وہ روانہ ہوا، یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچا، اس کے بعد ایک ایسا امر عظیم دیکھنے میں آیا جس کی توصیف سے زبانیں قاصر ہیں، پھر عرش سے ایک قطرہ میرے قریب آیا اور میری زبان پر گرا، میں نے اسکو چکھا تو اس سے زیادہ شیریں کسی چکھنے والے نے نہ چکھا ہوگا، اور مجھے اوّلین اور آخرین کی خبریں حاصل ہو گئیں اور میرا دل روشن ہو گیا اور عرش کے نور سے میری آنکھ کو ڈھانپ لیا گیا، اس وقت میں نے تمام چیزوں کو اپنے دل سے دیکھا اور اپنے پس پشت بھی ایسا ہی دیکھنے لگا جیسا اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں، ﴿مدارج النبوۃ ۱:۳۰۶﴾ باخبر رہنا چاہیئے کہ یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ اس محل رفیع میں حجابات تھے تو یہ حجابات مخلوق کے حق میں ہیں نہ کہ خالق عز و جل کے حق میں، حق تعالیٰ پاک ہے کہ وہ محجوب ہو اور کوئی چیز اسے چھپا سکے، اس لئے کہ حجاب بمقدار محسوس محیط ہوتا ہے اور خلق خدا، حق تعالیٰ سے اسماء و صفات اور ان افعال کے معانی سے محجوب ہے اور ساری مخلوق میں سے انوار و ظلمات میں سے ہر ایک کیلئے حجاب

---

[1]: رفرف بچھونے کو کہتے ہیں جو نرم ہو اور دیبا وغیرہ سے بنایا گیا ہو، ﴿مدارج النبوۃ ۱:۳۰۶﴾

کا ایک جانا پہچانا مقام ہے اور ادراک و معرفت کا مقررہ حصہ ہے اور وہ ملائکہ مقربین جو عرش کے گرداگرد ہیں اور وہ کروبیان جو مقربان بارگاہ قدس ہیں، یہ سب حضرت حق کی کبریائی، جلالت، عظمت اور ہیبت کے نور سے محجوب ہیں، ﴿مدارج النبوۃ ۱:۳۰۷﴾ روایت ہے کہ جب حضور انور ﷺ قاب قوسین پر فائز ہوئے تو آپ نے امت کے احوال پیش کئے، عرض کیا، اے پروردگار! تو نے بہت سی امتوں پر عذاب فرمایا، کسی کو پتھروں سے، کسی کو خسف سے یعنی زمین میں دھنسا کر اور کسی کو مسخ سے، حق تعالیٰ نے فرمایا، میں ان پر رحمت نازل کروں گا اور ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل ڈالوں گا، جو کوئی مجھ سے دعا کرے گا میں لبیک کہوں گا، دنیا میں ان کے گناہوں کو چھپاؤں گا اور آخرت میں تمہیں ان کا شفیع بناؤں گا، ﴿مدارج النبوۃ ۱:۳۰۹﴾

معراجِ ذیشان سے مراجعت:

جب حضور نبی کریم ﷺ نے اس عالم سے واپسی کا ارادہ فرمایا تو بارگاہ قدس میں عرض کیا، اے رب تعالیٰ! ہر مسافر کیلئے واپسی کا تحفہ ہوتا ہے، میری امت کیلئے اس سفر کا کیا تحفہ ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا، انکی زندگی بھر میں ان کا ہوں، ان کے مرنے کے بعد بھی میں ان کا ہوں، ان کی قبروں میں بھی میں ان کا ہوں اور حشر میں بھی میں ان کا ہوں، غرضیکہ ہر حال میں ان کا مددگار ہوں، **فطوبی لکم یاامة محمد وبشری لکم**، اے امت محمد! تمہیں مبارک اور بشارت ہو، ﴿مدارج النبوۃ ۱:۳۱۰﴾ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا، ﴿دلائل النبوۃ ۲:۴۵۲﴾ حضرت امام بخاری نے روایت بیان کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نیچے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے، انہوں

نے آپ کو روک لیا اور کہا، اے محمد مصطفیٰ! آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو کیا حکم دیا، آپ نے فرمایا، اس نے مجھے دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم دیا ہے، انہوں نے کہا، آپ کی امت اسکی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جایئے تا کہ آپ کا رب تعالیٰ آپ کی امت سے تخفیف کر دے، پھر آپ ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے گویا ان سے مشورہ مانگ رہے تھے، انہوں نے کہا، بالکل ٹھیک ہے، پھر آپ ﷺ بارگاہ خدا میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے رب تعالیٰ، ہمارے لئے تخفیف فرما دے کیونکہ میری امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، پھر آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کو بار بار رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بھیجتے رہے یہاں تک پانچ نمازیں رہ گئیں، ﴿بعض روایات میں پانچ پانچ کر کے تخفیف کرنے کا ذکر ہے﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر آپ کو روک لیا اور کہا، اے محمد مصطفیٰ! خدا تعالیٰ کی قسم میں اپنی قوم بنی اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں وہ پانچ سے کم نمازیں بھی ادا نہ کر سکے تھے اور ان کو چھوڑتے رہے، آپ کی امت جسموں، بدنوں، آنکھوں، قلبوں، کانوں کے اعتبار سے ان سے زیادہ کمزور ہے لہذا آپ ایک مرتبہ پھر جایئے اور اپنے رب تعالیٰ سے تخفیف کروا لیجئے، آپ ﷺ ہر بار حضرت جبریل کی طرف مشورہ کیلئے متوجہ ہوتے تھے، انہوں نے اس کو ناپسند نہیں کیا چنانچہ آپ ﷺ پھر گئے اور عرض کیا، اے رب تعالیٰ! میری امت جسم، دل، کان اور بدن کے اعتبار سے کمزور ہے لہذا ہم سے مزید تخفیف فرما دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے محمد! میں نے لوح محفوظ میں

جو لکھ دیا ہے اس میں تبدیلی نہیں آئے گی، اب ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں ﴿گویا پانچوں کے بدلے پچاس کا ثواب ملے گا﴾ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا، ہمارے رب تعالیٰ نے تخفیف فرما دی ہے اور ہمارے لئے ہر نیکی کا دس گنا اجر کر دیا ہے، انہوں نے پھر جانے کا مشورہ دیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں تجربہ بیان کیا مگر آپ ﷺ نے فرمایا، اے موسیٰ! خدا کی قسم! اب مجھے اپنے رب تعالیٰ سے حیا آتی ہے، پھر اسی رات آپ واپس مسجد حرام میں محو استراحت ہو گئے اور صبح کو بیدار ہوئے۔ ﴿صحیح بخاری ۲: ۱۱۲۰﴾

قریش کا شدید رد عمل:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی صبح آپ نے قریش مکہ کو رات کے عجائبات کی خبر دی اور فرمایا میں گزشتہ رات کو بیت المقدس گیا تھا اور مجھے آسمان کی معراج نصیب ہوئی تھی اور میں نے فلاں فلاں چیز کا مشاہدہ کیا تھا، اس پر ابو جہل بن ہشام نے کہا، لوگو! کیا تمہیں ان کی باتوں پر حیرت نہیں ہوتی، یہ ایک ماہ کی مسافت پر موجود بیت المقدس سے راتوں رات ہو کر آ گئے، پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلے کی خبر دی اور فرمایا، میں نے اس کو جاتے وقت فلاں جگہ دیکھا اور آتے وقت فلاں جگہ دیکھا تھا، پھر آپ نے قافلے کے ہر شخص کے اونٹ کی خبر دی کہ وہ اس طرح کا تھا اور اس پر فلاں سامان لدا ہوا تھا، ایک مشرک نے کہا کہ مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی کیفیت کے بارے میں مکمل علم ہے، اگر یہ سچے ہیں تو ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس نے

سوالات کرنے شروع کر دیئے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اٹھا کر آپ کے سامنے کر دیا، جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں، آپ اسی طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بتاتے رہے، آپ نے بتایا کہ اس کی عمارت اس طرح کی ہے، اس کی ہیت اور کیفیت اس طرح کی ہے اور وہ پہاڑ کے اس طرح قریب ہے، اس مشرک نے کہا، آپ نے سچ فرمایا ہے، اس نے اپنے ساتھیوں سے بھی کہا کہ محمد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ ﴿دلائل النبوۃ ۲: ۳۹۵، تفسیر ابن کثیر ۳: ۲۵۴﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قریش مکہ نے میرے دعویٰ معراج کی تکذیب کی تو میں کعبہ مشرفہ کے میزاب کے نیچے کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو ظاہر کر دیا تو میں اس کو دیکھ کر علامات بیان کرتا رہا۔ ﴿صحیح بخاری ۲: ۵۴۸﴾ حضرت امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں آرام فرماتے، پھر میں نے اس رات آپ کو وہاں موجود نہ پایا، ﴿یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ معراج جسمانی ہوئی تھی﴾ پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان کیا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کروں، میں نے آپ کا دامنِ کرم پکڑ کر عرض کیا، اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کو جھٹلائیں گے، آپ دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس گئے اور سارا واقعہ بیان فرمایا، جبیر بن مطعم نے کہا، اگر آپ گئے ہوں تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتے، ایک مشرک نے کہا، کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا، آپ نے فرمایا، خدا تعالیٰ

کی قسم! دیکھا تھا، قافلے والے اپنے ایک گم شدہ اونٹ کو تلاش کر رہے تھے، اس مشرک نے کہا، کیا آپ بنوفلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزرے تھے، آپ نے فرمایا، ہاں، میں نے انکو فلاں جگہ پر دیکھا تھا انکی سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، اس کے پاس پیالے میں پانی تھا جسے میں نے پی لیا تھا، اس نے کہا، یہ بتائیے کہ ان کے پاس اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون تھے، آپ نے فرمایا، میں نے ان کی گنتی نہیں کی تھی، پھر اسی وقت وہ جانور اور چرواہے آپ کے سامنے حاضر کر دیئے گئے تو آپ نے ان کو شمار کر لیا اور ان کے چرواہوں کو جان لیا، آپ نے فرمایا، سنو! وہ جانور اتنے ہیں اور چرواہے فلاں ہیں، ان میں ابو قحافہ کے بیٹے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چرواہے بھی تھے، وہ صبح وادی ثنیہ میں پہنچ جائیں گے، قریش مکہ آزمائش کی خاطر وادی ثنیہ میں پہنچ گئے تو انہوں نے اونٹوں اور چرواہوں کو دیکھ لیا، پھر انہوں نے پوچھا، کیا تمہارا اونٹ گم ہو گیا تھا، اہل قافلہ نے کہا، ہاں، پھر دوسرے لوگوں سے پوچھا، کیا سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، وہ بھی بولے، ہاں، پھر انہوں نے پوچھا، کیا تمہارے پاس پانی کا پیالہ تھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کر دی، بخدا میں نے پیالہ رکھا تھا، اس سے کسی نے پانی پیا تھا اور نہ کسی نے زمین پر گرایا تھا ﴿لیکن وہ خود بخود ختم ہو گیا تھا﴾ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس تصدیق پر آپ کو صدیق کہا جانے لگا۔ ﴿تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۷۶﴾ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھے بغیر پانی کیوں پی لیا، اس کا جواب یہ ہے کہ روایت کے آخری الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ پیالہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کمال محبت

کے ساتھ ان کے مال واسباب کو اپنا مال واسباب سمجھتے تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صبح معراج کو جب مشرکین مکہ نے یہ واقعہ سنا تو وہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا، تمہارے پیغمبر نے یہ واقعہ بیان کیا ہے، اب تمہارا کیا فیصلہ ہے، انہوں نے فرمایا، اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، میں تو اس سے بھی بعید چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ جب آسمانی خبریں بیان کرتے ہیں، اسی دن سے حضرت ابو بکر صدیق کا نام صدیق پڑ گیا۔ ﴿تفسیر ابن کثیر ۴: ۲۴۸﴾ اتنی عظیم شہادتوں کے باوجود کفار مکہ نے آپ کی تصدیق نہ کی بلکہ مزید ایذا رسانیوں اور ستم رانیوں پر اتر آئے، ابو جہل وغیرہ نے تالیاں بجائیں اور آپ کا مذاق اڑایا، مطعم بن عدی نے کہا، تمہاری سابقہ باتیں تو ٹھیک تھیں مگر اس واقعہ کے متعلق میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، ﴿معاذ اللہ﴾ لات اور عزیٰ کی قسم میں تمہیں سچا نہیں مانتا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے، اے مطعم! تو نے برا کہا ہے، برا کہا ہے، تم نے اپنے بھتیجے کی تحقیر اور تکذیب کی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرماتے ہیں، پھر سوال و جواب ہوتے رہے، تجارتی قافلوں کے بارے میں پوچھا جانے لگا، آپ کی ہر بات درست ثابت ہوئی مگر ظالم پھر بھی کمالاتِ رسول کو ماننے کی بجائے جادو کی کرشمہ سازی سمجھتے رہے اور کہنے لگے، ولید نے سچ ہی کہا تھا، کیا عقل نارسا ہے، سب سے بڑے جھوٹے کی تصدیق کر رہے تھے اور سب سے بڑے سچے کی تکذیب کر رہے تھے، اس طرح اس واقعہ نے ان کو پہلے سے بھی زیادہ ہلاکت میں دھکیل دیا۔

بطریقِ روم کی تصدیق:

حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کے دربار میں بھیجا تو وہاں ابوسفیان بھی موجود تھا، قیصر روم نے اس سے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق سوالات کئے، اس وقت ابوسفیان نے کہا، میں اس نبی کی ایک بات بتاتا ہوں جس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے، وہ یہ کہ اس نے کہا، میں نے رات تو رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کیا اور اس رات صبح ہونے سے پہلے مسجد حرام واپس آ گیا، مسجد اقصیٰ کا بطریق قیصر روم کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا، مجھے اس رات کا بخوبی علم ہے، پھر قیصر روم کے استفسار پر اس نے بتایا کہ میں ہر رات کو مسجد کے دروازے بند کر کے سوتا ہوں، اس رات بھی میں نے تمام دروازے بند کر دیئے مگر ایک دروازہ بند نہ کر سکا، میں نے کاریگروں کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کی چوکھٹ بیٹھ گئی ہے، اسے اس وقت ٹھیک نہیں کیا جا سکتا، میں اس رات اس دروازے کو کھلا چھوڑ گیا، صبح کو آیا تو دیکھا کہ مسجد کے قریب ایک پتھر میں سوراخ تھا اور وہاں سواری کو باندھنے کا نشان تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ گذشتہ رات یہ دروازہ صرف نبی کیلئے کھلا رکھا گیا تھا اور اس رات کو ہماری مسجد میں نماز ادا کی گئی تھی۔ ﴿دلائل النبوۃ ۲: ۴۰۴﴾

نماز کے اوقات:

قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے کہ بیشک مومنوں پر نماز وقت مقرر کے مطابق فرض کی گئی ہے، معراج کی رات نمازیں تو پانچ حاصل ہو گئیں، اب ان

کے اوقات کا مسئلہ باقی تھا، چنانچہ اسی روز زوال کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ارسال کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اوقات اور کیفیات کے بارے میں آگاہ کیا جائے، حضرت جبریل علیہ السلام دو روز تک ہر نماز کے وقت آپ کی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے رہے اور آپ کی امامت کراتے رہے، صحابہ کرام کی عظیم جماعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرتی رہی، اوقات نماز کے متعلق ایک انتہائی جامع حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت جبریل علیہ السلام نے میری امامت کرائی، پہلے دن انہوں نے ظہر کی نماز پڑھائی، جب سورج ڈھلا اور سایہ ایک تسمے کے برابر تھا، مجھے عصر کی نماز پڑھائی جب ہر شے کا سایہ اسکی ایک مثل ہو چکا تھا، مجھے مغرب کی نماز پڑھائی جب روزہ دار اپنا روزہ افطار کرتا ہے، مجھے عشا کی نماز پڑھائی جب شفق غائب ہو جاتی ہے اور مجھے صبح کی نماز پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، دوسرے دن بھی حضرت جبریل آئے اور انہوں نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہو چکا تھا، مجھے عصر کی نماز پڑھائی جب ہر شے کا سایہ اسکی دو مثل ہو چکا تھا، مجھے مغرب کی نماز پڑھائی جب روزہ دار اپنا روزہ افطار کرتا ہے، مجھے عشا کی نماز پڑھائی جب رات کا پہلا تیسرا حصہ گزر چکا تھا اور مجھے صبح کی نماز پڑھائی جب روشنی پھیل چکی تھی، پھر حضرت جبریل نے میری طرف التفات کیا اور کہا، آپ سے

پہلے انبیا کرام کی نمازوں کا یہی وقت تھا، اور ہر نماز کا وقت ان وقتوں کے درمیان ہے، ﴿جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، مشکوٰۃ ۱: ۱۳۰، سبل الھدیٰ ۳: ۲۴۳﴾

نمازوں کی رکعات کے متعلق حضرت علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں، ہجرت سے پہلے مسلمان دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام کو پڑھا کرتے تھے، معراج کی رات جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو ظہر، عصر اور عشا کی دو رکعتوں سے بڑھا کر چار رکعتیں کر دی گئیں، مغرب کی دو کی بجائے تین رکعتیں اور صبح کی دو رکعتیں رہنے دی گئیں، بعد میں مسافروں کیلئے چار رکعتوں والی نماز میں تخفیف کر دی گئی، ﴿سیرت ابن کثیر ۱: ۱۱۳﴾ کچھ روایات کے مطابق رکعات میں اضافہ ہجرت مدینہ کے بعد واقع ہوا، یہاں فرض رکعتوں کی تفصیل درج ذیل ہے، سنن موکدہ، غیر موکدہ، وتر اور نوافل کے متعلق تفصیل دیگر روایات میں پائی جاتی ہے، نماز معراج کا حسین تحفہ ہے، باقی ارکان اسلام زمین پر فرض کئے گئے جبکہ نماز عرش بریں پر فرض کی گئی، اسی اہتمام سے اس کی افضلیت اور منزلت نکھر کر سامنے آجاتی ہے، چونکہ یہ معراج کی رات میں فرض ہوئی اس لئے اس کو مومنین کی معراج قرار دیا گیا ہے، نماز انسان کے ظاہر اور باطن کو پاک کر دیتی ہے، نماز سے اتفاق اور اتحاد کی فضا پیدا ہوتی ہے، نماز حسب ونسب کے دائرے سے نکال کر ایک رب ذوالجلال کے سامنے جھکاتی ہے اور یکجان بناتی ہے، نماز سے مساوات، یگانگت اور اخوت جیسے عظیم معاشرتی اخلاق جنم لیتے ہیں، درد دِل کو فروغ ملتا ہے، روح انسانی کو بالیدگی اور تابندگی کی دولت نصیب ہوتی ہے، اسلئے حضور پیغمبر نور ﷺ نے فرمایا: نماز بہترین اندازِ عبادت ہے۔

مراجع

⊙ ...... قرآن حکیم

⊙ ...... تورات، زبور، انجیل

⊙ ...... صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

⊙ ...... صحیح مسلم، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ

⊙ ...... جامع ترمذی، امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ

⊙ ...... سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ

⊙ ...... سنن نسائی، امام ابوعبدالرحمٰن بن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ

⊙ ...... سنن ابن ماجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ

⊙ ...... مصنف عبدالرزاق، امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ

⊙ ...... مصنف ابن ابی شیبہ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

⊙ ...... مسند احمد، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

⊙ ...... صحیح ابن خزیمہ، امام محمد بن اسحاق ابن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ

⊙ ...... مسند دارمی، امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ

⊙ ...... سنن دارقطنی، امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ

⊙ ...... سنن کبریٰ، امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

⊙ ...... مجمع الزوائد، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

⊙ ...... المستدرک، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ

- ...... مشکوٰۃ، امام ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
- ...... کنز العمال، امام علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ
- ...... فردوس الاخبار، امام شیرویہ بن شہردار دیلمی متوفی ۵۰۹ھ
- ...... تفسیر کبیر، امام فخر الدین محمد رازی متوفی ۶۰۶ھ
- ...... الجامع لحکام القرآن، امام ابوعبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ
- ...... تفسیر خازن، امام علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ
- ...... روح البیان، امام اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ
- ...... روح المعانی، امام ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ
- ...... جامع البیان، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ
- ...... تفسیر ابن کثیر، امام ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
- ...... خزائن العرفان، علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ
- ...... تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
- ...... ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی
- ...... نور العرفان، مفتی احمد یار خان بدایونی متوفی ۱۳۹۱ھ
- ...... الاتقان، امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
- ...... تحقیق الکواکب شرح البخاری، امام محمد کرمانی متوفی ۸۷۶ھ
- ...... عمدۃ القاری، امام بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ

- ...... فتح الباری، امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
- ...... ارشاد السباری، امام احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
- ...... فیض الباری، علامہ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ
- ...... شرح مسلم، امام یحیٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ
- ...... شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ
- ...... اکمال المعلم، امام ابو عبداللہ بن خلفہ دشتانی متوفی ۸۲۸ھ
- ...... مرقات، امام علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
- ...... اشعۃ اللمعات، علامہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
- ...... تہذیب التہذیب، امام شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
- ...... لسان المیزان، امام شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
- ...... میزان الاعتدال، امام شمس الدین ذہبی متوفی ۷۵۴ھ
- ...... المفردات، امام حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ
- ...... تہذیب الاسماء، امام یحیٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ
- ...... لسان العرب، امام جمال الدین ابن منظو افریقی متوفی ۷۱۱ھ
- ...... کتاب الشفاء، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ
- ...... نسیم الریاض، امام احمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
- ...... سیرۃ النبی، امام محمد اسحاق بن یسار مطلبی متوفی ۸۵ھ

- سیرۃ النبی، امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام المعافیری متوفی ۲۱۸ھ
- مکتوبات امام ربانی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ
- مدارج النبوہ، علامہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
- الوفا باحوال المصطفٰے، امام عبدالرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ
- مواہب لدنیہ، امام احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
- شرح المواہب زرقانی، امام محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ
- البدایہ والنہایہ، حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
- انسان العیون ﴿سیرت حلبی﴾ امام علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ
- حجۃ اللہ علی العالمین، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
- دلائل النبوۃ، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ
- السیرۃ النبویہ، امام اسماعیل ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
- طبقات کبریٰ، امام محمد ابن سعد متوفی ۲۳۰ھ
- استیعاب، حافظ ابوعمر یوسف متوفی ۴۶۳ھ
- اسد الغابہ، حافظ ابوالحسن ابن اثیر الشیبانی متوفی ۶۳۰ھ
- الروض الانف، امام ابوالقاسم عبدالرحمان سہیلی متوفی ۵۸۱ھ
- مختصر سیرۃ الرسول، شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۱۴۲ھ
- سیرۃ الرسول، علامہ محمد حسین ہیکل

- ...... تاریخ الامم طبری، امام جعفر محمد طبری متوفی ۳۱۰ھ
- ...... تاریخ ابن خلدون، امام عبدالرحمٰن ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ
- ...... وفاء الوفاء، امام نورالدین علی سمہودی متوفی ۹۱۱ھ
- ...... جواہر البحار، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
- ...... رحمۃ العالمین، علامہ محمد سلیمان سلمان منصور پوری
- ...... سیرت رسول عربی، علامہ نور بخش توکلی نقشبندی
- ...... سبل الھدیٰ، امام محمد بن یوسف صالحی ۹۴۲ھ
- ...... مطالع المسرات، امام محمد مہدی بن احمد فاسی
- ...... سیرت المصطفےٰ، علامہ عبدالمصطفےٰ اعظمی مجددی
- ...... جذب القلوب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- ...... محمد رسول اللہ ﷺ، شیخ ابراہیم عرجون

☆

میں اور لب پہ ہے ان کا نام ، اللہ اللہ
خوشا کیا ملا ہے مقام ، اللہ اللہ
نگاہوں میں دلکش مدینے کے جلوے
لبوں پر درود و سلام ، اللہ اللہ
گدا جا رہے ہیں ، عطا پا رہے ہیں
یہ رستہ ، یہ در ، یہ پیام ، اللہ اللہ
ہوئی ہر طرف ابر رحمت کی بارش
وہ آیا جہاں کا امام ، اللہ اللہ
جھکے جس کے آگے فصیحانِ عالم
بیان اللہ اللہ ، کلام ، اللہ اللہ
فقیروں کو دی جس نے دنیا کی شاہی
فقط وہ ہے ان کا نظام ، اللہ اللہ
مری ایک ٹھوکر پہ دنیا کی دولت
میں ہوں مصطفےٰ کا غلام ، اللہ اللہ

﴿ غلام مصطفےٰ مجددی ﴾

☆

اللہ ! کھل رہی ہے زباں کس حساب میں
حمد خدا میں ، نعت رسالت مآب میں
اللہ ! ان کا حسن تکلم تو دیکھنا
جھڑتے ہیں جیسے پھول ، بہار شباب میں
اللہ! ان کا صحنِ چمن میں خرامِ ناز
مہتاب چل رہا ہے ، شب ماہتاب میں
اللہ! اُن کی چشمِ خدا مست کا خمار
مینا میں وہ اثر ہے نہ جامِ شراب میں
اللہ! ان کے سامنے کس کی مثال دوں
نورِ ازل چھپا ہے بشر کے حجاب میں
اللہ !ان کی راہ میں جاں سے مجھے گزار
یہ شرطِ اولیں ہے وفا کے نصاب میں
اللہ! ان کے نام پہ ہر شے فدا کروں
لکھ دے غلامِ زار کی قسمت کے باب میں

﴿ غلام مصطفےٰ مجددی ﴾